بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحذیر الانام عن وساوس مانعی القراۃ خلف الامام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا وما کنا لنھتدی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین الی یوم الدین اما بعد

ایک رسالہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے متعلق ایک متعصب مذہب حنفی فن تالیف وتصنیف سے نابلد نظر سے گذرا مولف نے امام اعظم کی تعریف و توصیف و مدح سرائی سے بطور تمہید شروع کرکے بزعم خود سورۃ فاتحہ کے آیت واذا قرئ سے منسوخ ہونے کو ثابت کرنے کی انتہا سعی کی بنا پر سات دلائل اہل حدیثوں کی طرف سے ذکر کرکے اس میں اپنی کج فہمی کی بنا پر معارضات ذکر کرکے ۲۲ دلائل اپنے مذہب حنفیہ کے تحریر کرکے اخیر میں اپنا مولف کا نام ایسا اسلوب تحریر کیا ہے جو ایک عجیب مضحکہ خیز ہے آپ کے زرین الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

احقر بندہ یوسف اکرم المسلمین - اہل قرآن - اہلحدیث - اہل امام محمد حسینی

عفی اللہ عنہ دہلی۔ یہ آپ کی لیاقت اور عصبیت کا کرتب ہے احقر بندہ مبتدا اور یہ ہو سا کم المسلمین خبر جیسے اہل قرآن اہل حدیث اہل امام خبر در خبر کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ احقر بندہ وہی جو ہو سا کم المسلمین ہے یعنی خداوند کریم آپ خداوند قدوس کو احقر بندہ فرما رہے ہیں ہو ضمیر اس کی تشریح آپنے خود ترجمہ میں کر دی ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم آگے چلئے اہل قرآن اہل حدیث قرآن والا احادیث والا یہ تو اپنے محل پر درست ہے مگر آپ کا اہل امام ہونا یہ کس بلا کا نام ہے آج تک کسی حنفی مذہب کے کسی متعصب سے متعصب نے بھی اپنے آپ کو اہل امام نہ لکھا اور نہ کہا امام کی طرف نسبت اہل امام کے لفظ سے کسی نے بھی بیان نہیں کی البتہ امامیہ لفظ امامیہ کا ترجمہ تو ضرور صحیح ہو جاتا ہے آپ کو تو ایک عام لفظ استعمال کرنا چاہیئے تھا اس لئے کہ روافض میں بھی تو امام والے لوگ ہیں اور جس طرح زبان میں امام ابو حنیفہ کے عقیدہ والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں تاکہ تمام دنیا بھر کے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ سے ممتاز ہو جاویں مگر یحییٰ صاحب کی زندہ دلی کو صد آفرین دنیا کی مثل ہے کہ نہ کام نوسیا ہی کو ہوتا ہے مگر منیڈکی صاحبہ کو بھی ہوتا نظر آنے لگا اور مزید طرہ یہ کہ آپ اس نام کو اولی الامر منکم سے استنباط فرمایا ہے۔ اور آپ لکھتے ہیں کہ اولی الامر امام ہیں ذرا آنکھیں کھولکر اپنے مذہب کی کتاب خصوصًا درمختار و فتاویٰ شامی و تفسیر مدارک علامہ نسفی وغیرہ کو دیکھیں آپ کو صاف اور واضح طور پر ملے گا کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں امام کے معنی میرے علم میں تو کسی سے وارد نہیں ملا جیو ان

حنفی نے اپنی تفسیرات احمدیہ صفحہ ۱۶۸ میں ایک مسلک قیل المراد باولی الامر علماء الشرع یعنی بعضوں نے کہا اولی الامر سے مراد علماء شرع شریف ہیں مگر اس توجیہہ کی آپ تضعیف بیان کرکے قول فیصل یوں تحریر فرماتے ہیں دیکھو صفحہ ۱۶۹ والحق ان المراد بہ کل اولی الحکم صحیح بات تو یہ ہے کہ اس سے مراد کل حکم والے ہیں کسی کی خصوصیت اس میں نہیں اب ہم آپ کی تمہیدی مضمون کی طرف قدرے عنان توجہ منعطف کرکے پھر خدا نے چاہا نفس مضمون رسالہ پر قلم اٹھائیں گے انشاء اللہ آپ صفحہ ۴ میں بے چارے اہل حدیثوں پر ناحق الزام عائد کرتے ہیں اور انھیں بدنام کرنے کی بے جا سعی فرماتے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں اکثر اہل حدیث حضرات امام اعظم کی شان میں وہ گستاخیاں اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے متعلق صرف اسی قدر کافی ہے کہ سبحانک ھذا بھتان عظیم اہل حدیث ہو کر امام اعظم کی شان میں گستاخانہ اور توہین آمیز کلمات ہرگز روا نہیں رکھ سکتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا ہے الا تذکروا ھلکی کم الا بخیر (صحاح) یعنی تم اپنے مرے ہوئے کو برائی سے یاد مت کرو بلکہ بھلائی کے ساتھ انہیں یاد کیا کرو اہل حدیث امام ممدوح کے ساتھ رحمۃ اللہ ضرور کہتے ہیں کوئی لعنت اللہ کے لفظ کو استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی سمجھتا ہے یہ اور بات ہے کہ کسی نے اپنے زعم فاسد میں یہ اصطلاح مقرر کر رکھی ہو کہ فلاں بات ان کی توہین ہے جیسے بریلوی حضرات

سنے دیوبندیوں کے متعلق اصطلاحیں معین کر رکھیں ہیں کہ یہ لوگ یوں کہتے
ہیں کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں یوں کہتے ہیں حالانکہ بات نہ صحیح ہوتی ہے مگر
انھیں پبلک میں یوں ہی بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضور کی توہین کرتے
ہیں گالی دیتے ہیں یہی بات مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ساتھ استعمال کرتے
ہیں مولانا یحییٰ صاحب آپ نے یہ ان سے کب کہا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم مکہ میں لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ فرماتے اور کہتے کہ اترکوا اللات والعزیٰ
مکہ والے اسی کو گالی سمجھ لیا کرتے اور کہتے کہ محمد واللہ یسب الھتنا
خدا کی قسم محمدؐ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمائیے حضور کیا واقعی
بقول مکہ والوں کے سچ مچ گالی ہی دیتے تھے سوچیئے اور گریبان میں منہ
ڈال کر ذرا خدا لگتی کہئیے اور بے چارے اہلحدیثوں کو فضول بدنام نہ کیجئے
منہ تاڑتے ہیں ہم تماشے ہوئے ہیں :: خدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں
آپ صفحہ میں فرماتے ہیں" غیرت مذہبی نے مجھے لکھنے پہ مجبور کیا سبحان اللہ
آپ کو غیرت ایمانی و غیرت دینی نے مجبور لکھنے پہ نہیں کیا آپ کا فرمانا بجا
ہے جہاد اس میں شک نہیں کہ بہت بڑا درجہ رکھتا ہے کوئی حمیت کی بنا
پر لڑتا ہے کوئی جاہ و منزلت کے لئے کوئی کسی غرض سے کوئی کسی غرض سے
مگر من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ مولانا اپنے
تو قلم کو اور بھی حمیت میں اٹھایا ہے استغفر قبلک فی سبیل اللہ تو
آپ کا قلم نہیں اٹھا عذا تعصب کا منہ کالا کرے آپ نے امام صاحب کی
مدح مرتبہ و علم کے متعلق محدثین رحمہم اللہ کے مقولے نقل فرماتے ہیں حضرت

مولانا ہمیں امام صاحب سے کسی قسم کی عداوت نہیں گنجیری بھنگیری وغیرہ تو نہیں کہتے اور نہ ہی ہم انکی شان میں ناروا کلمہ روا رکھتے ہیں اور نہ ہی انھیں فاسق فاجر یا بے دین کافر کہیں جن لوگوں نے حضرت امام اور دیگر ائمہ کو خدا کے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رتبے دے رکھے ہیں کیا ہم اس کا بھی دفعیہ نہ کریں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز اپنے فتاوی کے ص۱۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں (ظاہر است کہ منصب عزب تکلیف ولنصب شریعت مخصوص بخدا است وبے نص قاطع کسے را این منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا یعنی شریعت کے قائم کرنے کا منصب تو خدا ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہے اس منصب کو دوسرے سے وابستہ کرنا نعوذ باللہ خالص نتھرا ہوا شرک ہے اور ص۱۴۲ میں فرماتے ہیں (وفی التحقیقت اگر مقلدان مذہب تفحص کنند می یابند کہ این بلا دتقلید ایشان را بجارے کشیدہ کہ قول ہر یکے از احاد فقہا در مقابل حدیث می آرند وترجیح میدہند واین ازین قبیل است کہ علماء را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدائے یعنی اگر مذہبی تقلید کرنے والے مقلدین خوب تفتیش کریں اور ڈھونڈ بھال کریں تو انھیں ضرور یہ بات حاصل ہو جائے گی کہ اس تقلید کی آفت نے انھیں ایسی باتوں کی طرف کھینچ لیا ہے کہ ہر ایک افراد فقہا کی بات کو حدیث کے مقابلہ میں لے آتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں یہی تو علماء کو پیغمبر بنانا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یعنی خدا بنانا ہے ۔

مولانا یحییٰ صاحب احیاء قلب شاہ صاحب کے ارشاد گرامی سے کرلیں اور سرد دلی سے گریبان میں منہ ڈال کر تعصب مذہبی کو نکال کر نظر کریں کے خدا لگتی کہیں اعدلوا ھو اقرب للتقوی اہل حدیث اس گندگی کو کہ جسے ان کے نام نہاد معتقدوں نے ان کے سروں پہ تھوپ رکھا صابن لگا لگا کر دھوتے ہیں مگر نہ معلوم گندگی کس چیز سے ملوث ہے کہ چھوڑانے سے بھی چھوٹنے کا نام نہیں لیتی اور یہ دستور ہے کہ دوا پلانے والے کو مریض اپنا دشمن ہی سمجھتا ہے اگر وہ مریض نہ ہوتا اور کچھ اس کے حواس درست ہوتے تو اسے اپنا دشمن کیوں تصور کرتا۔ آپ نے بحوالہ ابن خلکان صفحہ ۵ امام صاحب کا چار صحابہ کو پانا بیان فرماتے ہیں مگر ہمیں اس میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہماری طرف سے اگر اس سے بھی زائد صحابہ کو پایا ہو تو اس سے یہ بات کسی حال میں بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام کا صحابہ کا زمانہ پانا یا صحابہ کو دیکھنا ان کی صداقت وحقانیت کا معیار قرار دیا جاوے کیا حضور اقدس کو دیکھنے والے ناحق پر نہ نکلے؟ تقدیر وغیرہ کی بدعتیں صحابہ کرام کے دیکھنے والے اور ان کے شاگردوں سے نہیں نکلیں اگر حضور کے دیکھنے والے صحابہ کرام کے دیکھنے والے واقعی سب ہی پر اہل حق ہونے کی ڈگری دے جائیں تو پھر دنیا میں کوئی ناحق پہ ہو ہی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ نے تو صاف اور کھلے لفظوں میں فرما دیا ہے۔

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول اب تو

معیار صداقت کتاب و سنت ہی ہے جس کے بھی عمل اس کے موافق ہوں وہ اچھا اور جس کا عمل عقیدہ ان کے خلاف ہو وہ برا ہے اور بس انھیں دو کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے مولانا بھی برا نہ مانئے آپ کے مولانا محمود حسن دیوبندی نے تو آیت فردوہ الی اللہ والرسول کے ہمراہ یہ بھی زیادہ کر دیا ہے والی اُولی الامر (جس کا مطلب یہ ہوا کہ منازعت کے وقت خدا اور رسول کی طرف اور اولی الامر کی طرف رجوع کرو اگر آپ حافظ ہیں تو قرآن میں تو یہ جملہ اس آیت میں ہو تو ہمیں بھی بتایئے مولانا محمود حسن کی ایضاح الادلہ اٹھا کر دیکھئے کیا یہ تعصب مذہبی کا نتیجہ اور کرتب نہیں اور حبک الشئی یعمی ویصم کچھ اور ہے آپ اہل حق کے دعوے دار ہیں فرمایئے ایمان سے خدا لگتی کہ یہ کفر کا کام ہے یا ایمان کا خدا کے کلام میں ایک حرف عمداً بڑھانے اور گھٹانے والے کی شان میں حنفی مذہب کیا فتویٰ دیتا ہے اور اپنے جی میں انصاف کریں آپ صد ہا باتیں لکھتے ہیں"۔

ہر اہل حدیث خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ مرتے ہیں سب نقہ ابو حنیفہ پر چونکہ نبی اکرم ؐ نے فرمایا ہے جو قریب المرگ ہو اس کا منہ قبلہ رخ کرو حدیث کے الفاظ یہ ہیں اور سیدنا امام اعظم نے فرمایا ہے جو قریب المرگ ہو اس کا منہ قبلہ رخ کر دو اور اس کو چت لٹا دو تاکہ اس کی روح آسانی سے نکل جائے" مولانا آپ کو تو اپنے مذہب ہی کی خبر نہیں آپ کو اتنی خبر نہیں کہ چت لٹانا امام صاحب کا مذہب ہے یا کسی دوسرے

اگر ہدایہ بھی کسی سے پڑھوا لیتے تو اس درجہ آپ کی علمیت کو دھبہ نہ لگتا سنئے ہدایہ میں جانئز کو اس شرح کیا ہے اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ علی شقہ الایمن والمختار فی بلادنا الاستلقاء الی ان حال ولانہ ہو السنیۃ جب آدمی کو موت قریب آجاوے تو اسے قبلہ کی طرف داہنی کروٹ کر دیں اور ہمارے شہروں میں تو لوگوں کا عمل چت کا ہے اس پہ آگے چل کر گویا اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پہلا طریقہ تو اہل سنت کا ہے ۔ بحر الرائق میں ہے وانما یوجہہ الی القبلۃ علی یمینہ لانہ السنۃ المنقولۃ قریب المرگ کو داہنی کروٹ قبلہ رخ کر دیا جاوے اس لئے کہ یہی سنت ہے جو منقول ہو فتاوی عالمگیری میں ہے وہو السنۃ وہو الافضل یہی سنت ہے اور یہی افضل ہے کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ ۵۳۲ میں ہے والسنۃ ان یکون علی شقہ الایمن کما ہو السنۃ فی النوم داہنی کروٹ کرنا سنت ہے جس طرح لیٹنے میں داہنی کروٹ لیٹنا سنت ہے چت لٹانا امام صاحب کا مذہب نہیں بلکہ پچھلے لوگوں کا ہے یہ بتلایئے آپ امام صاحب کے مقلد ہیں یا غیر کے امام صاحب اور امام صاحب کے تمام شاگردوں کا تو مذہب داہنی کروٹ کا ہے آپ نے امام صاحب کے مذہب کو کیوں اختیار نہیں کیا چت لٹانا امام صاحب کا مذہب ہرگز نہیں یہ کتابیں موجود ہیں آپ کے مذہب کی ہیں بھی تو امام صاحب

سے نکلوا کر اگر خود میں نکالنے کی طاقت نہیں تو بتا دیں تب ہم آپ کی بہادری اور اہل امام ہونے کی داد دیں گے ورنہ وہی آلو کی ترکاری جو پہلے تھی اب بھی ہے اچھا اب آپ یوں کہئے کہ چپت لٹانا غلط ہے سنت نہیں ہے اور امام صاحب کا مذہب بھی نہیں ہے۔

تو ہم کہتے ہیں طبقہ عوام اہل حدیث کا عمل قابل تحسین نہیں غلط ہے رسمی طریقہ پہ عمل ہے اور یہ آپ لوگوں کی شمولیت میں رہنے کا ثمرہ نتیجہ ہے مثل ہے برانا ہیں کہ اونٹ کو گدھے کے پاس باندھیں گے تو وہ بھونکے گا تو نہیں مگر سر تو ضرور نیچا کرنا سیکھ لے گا۔ اہل اسلام میں اکثر رسومات ہنود میں رہنے سے ان کے یہاں کی آگھسی ہے مگر جو برا ہے وہ برا ہی ہے اور جو اچھا ہے تو اچھا ہی ہے کہ آپ آئندہ سے امام صاحب کو بدنام نہ کرنا اور اب اپنے مشعروں کی ایمانداری سے اصلاح کر دیں سپردم بتو مایہ خویش را"

امام صاحب کی ہستی ایک نہایت بزرگ ہستی تھی ہمیں ان کی بزرگی سے اختلاف نہیں اور نہ ہی کسی محدث کو ان کے زہد اور تقوی پر اعتراض ہے ان کے فقیہ ہونے میں بھی کلام کسی کو نہیں امام صاحب کے مشہور معروف شاگردوں نے اپنے بزرگ امام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان کی ہی زبانی نمونہ مشت از خروارے اس جگہ ہم پیش کرتے ہیں اس لئے کہ بتا ذکی کندرے اس کے شاگرد خوب واقف ہوتے ہیں۔ امام صاحب کے مشہور شاگرد حضرت عبداللہ بن المبارک جن کی آپ صـ۱۲ میں تعریف

فرما چکے ہیں وہ کیا کیا اپنے محترم استاذ کی شان میں واضح فرماتے ہیں مروذی سے ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ یتیما فی الحدیث امام صاحب ابو حنیفہ حدیث میں یتیم تھے دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۱۵ ج ۱۳ قیام اللیل محمد بن نصر مروذی کے صفحہ ۱۲۳ میں ایک روایت ہے کہ اقطن نے امام صاحب کا زمنا بیان کیا یعنی حدیث میں اپاہج تھے حسین بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن المبارک پر گواہی دیتا ہوں اگر جھوٹ کہوں تو خداوند کریم مجھ سے اس کا محاسبہ لے مجھ سے انھوں نے کہا اے حسین قد ترکت کل شیئ رویتہ عن ابی حنیفۃ فاستغفر اللہ واتوب الیہ میں نے جس قدر ابو حنیفہ سے روایت کی تھی سب کو چھوڑ دیا اور خدا سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۰۴ ج ۱۳ حمیدی فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا آپ فرماتے تھے کنت عن ابی حنیفۃ اربع مائۃ حدیث اذا رجعت الی العراق ان شاء اللہ محوتہا یعنی میں نے امام ابو حنیفہ سے چار سو حدیثیں لکھی ہیں میں جب عراق جاؤں گا اپنے وطن تو خدا نے چاہا انھیں مٹا دوں گا دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۱۴ ج ۱۳ حسن بن ربیع کہتے ہیں کہ ابن المبارک نے قبل ان یموت بایام یسیرۃ آپ نے مرنے سے چند یوم پہلے ابو حنیفہ کی حدیثوں پر لکیر پھیر دی دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۱۴ ج ۱۳ اسلمہ بن سلیمان کہتے ہیں ایک آدمی نے ابن المبارک سے پوچھا کہ ابو حنیفہ کان عالما قال ما کان بخلیق لذلک کہ عالم تھے کہا کہ اس کے وہ لائق نہ تھے دیکھو تاریخ بغدادی ص۴۰۶

ج ۱۳ علی بن اسد سے مروی ہے کہ میں نے ابن المبارک سے کہا کان الناس یقولون انک تذہب الی قول ابی حنیفۃ قال لیس کل مایقول الناس یصیبون فیہ قد کنا نأتیہ زمانا ونحن لا نعرفہ فلما عرفناہ ترکناہ لوگ کہتے ہیں آپ ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کرتے ہیں کہنے لگے لوگوں کی سب باتیں صحیح نہیں ہوا کرتیں اصل بات یہ ہے کہ ہم ان کے پاس آتے جاتے رہے ایک زمانہ تک جب تک ہم بے خبر تھے ان کی حقیقت سے جب ہم نے انھیں پہچان لیا تو پھر ہم نے ان کو چھوڑ دیا دیکھو مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی فتح الملہم کا مقدمہ ص۷۱ امام صاحب کے دوسرے شاگرد رشید حضرت در شرح مسلم وکیع بن الجراح کے ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں جو بایں الفاظ مرقوم ہیں۔

آپ فرماتے ہیں وجدت ابا حنیفۃ خالف مائتی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے امام ابوحنیفہ کو دو سو حدیثوں کے خلاف کرتے پایا دیکھو مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی فتح الملہم شرح مسلم کا مقدمہ ص۷۱ اور تاریخ بغدادی ص۳۹۰ ج ۱۳ جامع ترمذی باب ماجاء فی اشعار البدن ص۱۰۱ ج ۱ میں ہے۔

وکیع بن الجراح اس حدیث (اشعر الھدی) کو بیان فرماتے تو یہ بھی ساتھ ہی ارشاد فرماتے کہ اس مسئلہ میں رائے والوں کی بات کی طرف مت دھیان دینا اس لئے کہ اشعار کرنا حضور کی سنت ہے اور ان کا کہنا بدعت ہے ابو السائب کہتے ہیں ہم حضرت وکیع کے پاس تھے انھوں نے

رائے پر چلنے والے (حنفی) سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے
اور ابو حنیفہ کہتے ہیں یہ مثلہ ہے وہ آدمی رائی کا دلدادہ کہنے لگا حضور وہ
تو اپنی طرف سے نہیں کہتے البتہ ابراہیم نخعی سے پہونچا ہے کہ وہ اسے
مثلہ کہتے تھے ابو السائب کہتے ہیں میں نے وکیع کو دیکھا بہت ہی غصہ
میں بھر گئے اور فرمانے لگے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اشعار فرمایا اور تو کہتا ہے ابراہیم نخعی یوں کہتا ہے تیرا حق تو
یہ ہے کہ تجھے جیل میں بند کر دیا جاوے پھر جیل سے جب تک اس بات سے
توبہ نہ کرے نکالا ہی نہ جاوے ۔ یہ ہیں حقیقی معنوں میں امام صاحب کے
شاگرد جنہیں حنفیہ کو اس پر زبردست ناز ہے اور ان کی وجہ سے صحاح والوں کو
امام صاحب کے شاگرد در شاگرد کہہ کر فخر کرتے ہیں شاید یہی وجہ معلوم
ہوتی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد رشید موصوف و مشہور امام محمد اور
ابو یوسف نے ہزار جگہوں میں اپنے استاذ کی نہیں مانی بلکہ امام محمد
تو صاف کہہ دیتے ہیں ہم امام کی بات کو نہیں لیتے ۔ بلکہ وہ خود اپنی کتاب
موطا میں لکھتے ہیں [illegible] ابی حنیفۃ وابراہیم
تو زمین کی روئیدگی کی زکوۃ میں امام ابو حنیفہ اور ابراہیم نخعی کا قول نہیں
لیتے امام محمد کا اپنے استاذ سے خلاف کرنا ایک نہیں اسی جگہ میں اور
سیکڑوں جگہ ہوا ان کی موطا اس پر شاہد ہے جگہ جگہ کتاب الآثار میں اسی طرح
جگہ ضرورت ہوئی تو مجھے ان مقامات کے صفحات معلوم کر سکتے ہیں
نظیر کی غرض سے اس جگہ چھوڑتا ہوں اب تذکرے [illegible]

کے متعصفانہ کلام امام ممدوح کے متعلق نمونہ مشت از خروارے ملاحظہ ہوں۔
حضرت یحییٰ بن سعید القطان جن کی مدح جناب والا نے صفا میں کی ہے۔
علی بن المدینی کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان سے جناب اُن کے پاس ابو حنیفہ
کا تذکرہ آیا کہ ان کی حدیث کیسی ہے جواب میں فرمایا وہ تو صاحب حدیث ہی
نہ تھے دیکھو تاریخ بغداد صفحہ ۴۱۶ ج ۱۳ یحییٰ بن معین سے کسی نے ابو حنیفہ کے
متعلق دریافت کیا جواب دیا کہ کان یضعف فی الحدیث وہ حدیث میں ضعیف
تھے یعقوب ابن شیبہ کہتے تھے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صدوق ضعیف
الحدیث سچے تھے حدیث میں ضعیف تھے دیکھو دونوں باتیں تاریخ بغداد
صفحہ ۴۲۰ ج ۱۳ امام مسلم فرماتے ہیں ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت صاحب الرائے
مضطرب الحدیث لیس لہ کبیر حدیث صحیح ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رائے
قیاس والے مضطرب الحدیث ہیں ان کے پاس کوئی زیادہ صحیح حدیثیں
نہ تھیں دیکھو تاریخ بغداد صفحہ ۴۲۱ ج ۱۳ امام علی بن المدینی سے عبید نے
ابو حنیفہ کے متعلق دریافت کیا جواب میں ضعیف جداً بہت ہی ضعیف بتایا
دیکھو تاریخ بغدادی صفحہ ۴۲۱ ج ۱۳ ابو حفص عمرو بن علی نے کہا لیس بالحافظ
مضطرب الحدیث واہی الحدیث وصاحب ہوی حافظ حدیث نہیں تھے
بلکہ مضطرب الحدیث بودی حدیث والے تھے دیکھو تاریخ بغداد صفحہ ۴۲۱ ج
۱۳ امام نسائی نے فرمایا لیس بالقوی فی الحدیث حدیث میں قوی نہ تھے
دیکھو تاریخ بغداد صفحہ ۴۲۱ ج ۱۳ یحییٰ بن معین کہتے ابو حنیفہ عندنا من
اہل الصدق ابو حنیفہ ہمارے نزدیک اہل صدق سے ہیں جھوٹے

تو ہین الان فی حدیثہ ما فی حدیث الشیوخ یاں ان کی حدیثوں میں وہی
باتیں ہیں جو شیوخ کی حدیثوں میں ہوا کرتا ہے مقری کہتے ہیں میں نے
یحییٰ بن معین سے ابوحنیفہ کے متعلق دریافت کیا جواباً عرض کیا کہ ولیس
کان عند ابی حنیفۃ من الحدیث حتی تسال عنہ ان کے پاس حدیث
ہی کون سی تھی جو تم مجھے ان کی حدیثوں کے متعلق دریافت کرتے ہو دیکھو تاریخ
بغداد صـ۴۱۶ ج ۱۳ امام احمد بن حنبل سے ان کے لڑکے عبداللہ نے ابوحنیفہ
کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ کی حدیث ضعیف ہیں ان کی رای بھی
ضعیف ہے امام نسائی کتاب الطبقات کے صـ۵۳ میں لکھتے ہیں (یہ کتاب
آگرہ میں المنفرد والوحدان کے ہمراہ ۱۳۲۲ھ میں طبع ہوئی ہے) ابوحنیفہ
لیس بالقوی فی الحدیث وھو کثیر الغلط والخطأ علی قلۃ روایتہ
ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں غلطی اور خطا بہت کرتا اسی وجہ سے حدیثیں بھی
بھی ان کی کم تھیں امام بخاری رحمہ اللہ ضعفاء کبیر میں فرماتے ہیں (یہ حیدرآباد
کے مکتبہ آصفیہ میں موجود ہے اور ان کی تاریخ کبیر میں بھی ہے جو حال میں
چھپی ہے)
سکتوا عن رایہ وعن حدیثہ ان کی رای اور حدیث سے لوگوں
نے خاموشی اختیار کی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم والے اپنی
تمہید شرح موطا امام مالک میں فرماتے ہیں من کان لہ امام کی حدیث پر
لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سیئ الحفظ عند اھل الحدیث من
اس کو مرفوع صرف امام ابوحنیفہ ہی نے کیا ہے اور یہ سیئ الحفظ تھے

حدیث میں یعنی ان کا حافظہ ٹھیک نہ تھا دارقطنی صد۱۲۳ میں امام ابوحنیفہ کو ضعیف بتایا ہے امام ذہبی نے بھی ضعیف بتایا ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی وآخرون یعنی امام نسائی ابن عدی اور دوسروں نے امام ابوحنیفہ کو حافظہ کی طرف سے ضعیف بتایا ہے مجھے کہنے دیجئے کہ محدثین کا جرح کرنا بزرگ ہستیوں میں طعن اور غیبت نہیں محض تحفظ ناموس شریعت محمدیہ ہے۔ امام ترمذی علل صد۲۳۳ ج ۲ میں (یہ علل صغیر ہے جو جامع ترمذی کے ہمراہ لاحق ہے) فرماتے ہیں بے حساب آئمہ نے تابعین اور غیر تابعین سے ادمیوں میں کلام کیا اور انہیں ضعیف بتایا اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے حملھم علی ذالک عندنا واللہ اعلم النصیحۃ للمسلمین لا یظن بہم انہم ارادوا الطعن علی الناس والغیبۃ الی ان قال فاراد ھولاء الائمۃ ان یبینوا احوالھم شفقۃ علی الدین وتثبتاء وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس پر ہمارے علم کے موجب آگے خدا ہی کو زیادہ علم ہے۔ آمادہ کیا ہے مسلمانوں کی خیرخواہی۔ ان لوگوں کے ساتھ طعن دینے اور غیبت کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا ان ائمہ نے دین پر ترس و رحم کھایا تاکہ اس کی مضبوطی میں فرق نہ آوے۔ آگے چل کر امام ترمذی صد۲۳۳ ج ۲ میں فرماتے ہیں وقد تکلم بعض اھل الحدیث فی قوم من اجلۃ اھل العلم وضعفوھم من قبل حفظھم ووثقھم آخرون من الائمۃ بجلالتھم وصدقھم

یعنی اس میں شک نہیں کہ بعض ائمہ اہل حدیث نے بڑی بڑی ذی علم ہستیوں
میں کلام ضرور کیا ہے اور انھیں ضعیف بھی بتایا ہے حافظہ کی بناء پر اور
دوسروں نے ان کی ثقاہت ظاہر کی ان کی بزرگی اور ان کی صداقت کو
ملحوظ رکھتے ہوئے امام صاحب صدوق اور ثقہ اور زاہد عابد پرہیزگار سب
کچھ تھے مگر روایت کا معاملہ ہی کچھ اور ہے یہ اوصاف ضعیف ہونے کو مانع
نہیں آدمی میں یہ دونوں برابر جمع ہو سکتے ہیں۔ امام صاحب میں جن محدثوں
نے ضعف بیان کیا ہے وہ محض حافظہ ہی کی بناء پر اور کسی بناء پر نہیں اور
نہ ہی کسی نے ان کی جلالت شان پر حرف گیری کی میرے علم میں علامہ کمال
ابن الہمام مجتہد العصر مذہب حنفیہ کے ذمہ دار فتح القدیر شرح ہدایہ کے صفحہ ۲۵
ج اکتاب الصوم میں لکھتے ہیں لا تعارض بین کلامیھا اے ضعیف
صدوق اذا الصدق لا ینفی سائر وجوہ الضعف یعنی صدوق اور ضعیف ان دونوں
میں تعارض نہیں اس لئے کہ لفظ صدوق کا کل اور تمامی وجوہات ضعف
کی نفی نہیں کرتا مگر ہمارے بعض متعصب حنفیہ نے تعصب کی بناء پر محدثین ہی
پر لب کشائی کر لی عینی نے لکھ دیا کہ دارقطنی کا کیا حق ہے کہ وہ امام صاحب
کو ضعیف [illegible] سے یہ خود ضعیف ہونے کے لائق ہے فرمائیے جب امام صاحب
کی [illegible] کرنے والی ہستی اور وہ بھی مسلم الثبوت یحیی بن معین یحیی بن سعید القطان
وغیرہ کما تقدم امام صاحب کے حافظہ کی بناء پر ضعیف کہہ چکے تھے تو اس بیچارے
دارقطنی نے کون سا قصور کیا تھا مگر خدا تعصب کا منہ کالا کرے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی
کتاب احیائے علوم الدین صفحہ ۲۵ ج ۴ میں لکھا ہے کان الرجل قد یجاوزیہ

حبه لصاحب مذهبه حد العشق فحمله ذالك علی ان ینفق جمیع ماله فی نصرة مذهبه والذب عنه ویخاطر بروحه فی قتال من یطعن فی امامه ومتبوعه فکم من دم اریقه فی نصرة ارباب المذاهب

یعنی آدمی کبھی اپنے مذہبی پیشوا کی محبت میں عشق کی محبت تک پہنچ جاتا ہے یہ محبت اسے اس کے مذہب کی امداد و اس کی طرف سے مدافعت میں اس کے کل مال کے خرچ کر دینے پر ابھارتی ہے اور اس کے جی میں اس طعن کرنے والے کے قتل تک کرنے کا خیال آجاتا ہے۔ دنیا میں بے شمار اس مذہبی نصرت کی مد میں خوں ریزی ہوئی ہے میں مولنا یحییٰ صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے بوجوہ ۱۲ میں قلم اٹھانے کی لکھی ہے وہ یہ ہی تو نہیں؟ بہر انداز میں بات طول پکڑ رہی ہے اصل مقصد پر آتا ہوں وقت نہیں اختصار کا خیال ہے ورنہ اس کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے یہاں اتنا یاد رکھئے کہ راوی کا ضعیف ہونا راوی کی جلالت شان میں حائل نہیں ہو سکتی صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں بھی نظر ڈال لیں اس میں صاف ہے کہ مسجد نبوی میں اتنے سے زاید بزرگ عابدوں اور زاہدوں کی ہستیاں موجود تھیں مگر وہ حدیث روایت کرنے کے لائق نہ تھے اور یہ بھی مقولہ مشہور ہے کہ لکل فن رجال ہر فن کا آدمی خدا نے ضرور بنایا ہے اس میں شک نہیں کہ امام صاحب کو فقہ اور رائے میں ضرور کمال تھا جو دوسروں کو نہ تھا۔ امام صاحب نے اصل بات پوچھو تو علم حدیث پر توجہ ہی نہیں ڈالی تھی امام صاحب کی تعلیمی لائف کو شبلی نعمانی نے لکھا ہے اور طحطاوی شرح درمختار میں امام صاحب نے تئیس برس کی عمر تک

تو علمی مشغلہ میں قدم ہی نہیں رکھا تھا تجارت میں لگے تھے ہر چیز کا وقت ہوتا ہے اس فن تعلیمی کا بھی حسب قضا و قدر ٹائم آیا تو آپ نے قرأت تجوید و حصول علم حدیث وغیرہ کے حصول و نتائج پر غور و خوض کرتے ہوئے ان سب کو ترک کرتے ہوئے صرف رائے پر آپ کی رائے آکر ٹھیری گو سنہ ۱۱ھ میں آپ نے اس کڑی کا پہلا دور شروع کر کے کمال حاصل کیا۔ اس میں کمال کا کسی کو انکار نہیں رہا علم کتاب وسنت تو ان میں انھیں امام مالک سے کمال زاید نہ تھا آپ کی تاریخ ابن خلکان میں ملاحظہ ہو امام محمد امام صاحب کے شاگرد رشید نے حلفیہ انصاف سے جب ان سے پوچھا گیا تو صاف طور پر اقرار کیا کہ امام مالک زیادہ واقف کار ہیں ہمارے امام صاحب سے۔ یہ سوالات امام شافعیؒ نے کئے تھے امام محمدؒ سے یہ باتیں تاریخ بغدادی میں بھی ہیں مگر ہمارے مولینا گو تو طحطاوی سے ضرور تشفی ہو جاوے گی۔ اس میں دیکھ کر پھر انھیں اجازت ہے مرضی میں آوے وہ فرمائیں۔ مولینا ایک بات رہ گئی آپ نے صد۱۲ میں لکھا ہے "امام اوزاعی نے امام صاحب کو سند بھی دی" تاریخ بغدادی صد ۲۹۵ میں ملاحظہ کر لیں امام اوزاعی فرماتے ہیں ماولد فی الاسلام اضر علی الاسلام من ابی حنیفۃ یعنی اسلام میں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا کہ اس کی ذات سے اسلام کو ضرر پہنچا ہو ابو حنیفہ سے بڑھ کر حمادؒ نے جو آپ کے استاد تھے بھی اسی طرح فرمایا سفیان ثوریؒ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ اسی صفحہ میں امام اوزاعی سے منقول ہے کہ جب امام ابو حنیفہ کا انتقال ہوا امام اوزاعی کو خبر ان کے مرنے کی ہوئی تو کہنے لگے الحمد للہ ان کان ینقض

اسلام عروۃ عروۃ خدا کا شکر ہے اسی کو حمد سزاوار ہے ابو حنیفہ اسلام کی کڑی کڑی کو توڑتا تھا۔ یہ بھی ایک سند امام اوزاعی ہی کی ہے۔ نہ معلوم یہ باتیں ان بزرگوں کی زبانی کیوں صادر ہوئیں۔ اس کا علم تو خدا ہی کو ہونا چاہئے مگر بظاہر تو یہ بات معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ان کے خاص الخاص شاگرد رشید حضرت وکیع بن الجراح فرماتے ہیں وجدنا اباحنیفۃ خالف مائتی حدیث۔ ہم نے ابو حنیفہ کو پایا دو سو حدیثوں کے خلاف کرتے ہوئے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہیں رد ابوحنیفۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعمائۃ حدیث او اکثر یعنی ابو حنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سو سے زاید حدیثوں کو رد کر دیا پھر ان میں سے چند کو سوال کرنے پر بتا بھی دیا۔ دیکھو تاریخ بغدادی صفحہ ۳۹۰ ج ۱۳۔ حماد بن سلمہ امام صاحب کے استاد ہیں کہتے ہیں ان اباحنیفۃ استقبل الآثار والسنن فردھا برأیہ ابو حنیفہ نے آثار اور احادیث نبویہ کو اپنی رائے کے سامنے رد کر دیا۔ مولینا برا ماننے کی بات نہیں یہ تو حقیقت ہے کہ جس کا اظہار کیا گیا ہے انہیں عداوت اور حسد سے کیا تعلق؟ یہ لوگ تو امام صاحب کی تعریف بھی کرنے والوں میں سے ہیں یہ ان کا انصاف ہے تعریف کے قابل انسان ہیں جو بات ہو اس کی تعریف بھی کرنی اور جو نقص ہو اس کا بیان بھی کر دینا۔ اسی کا نام ہے انصاف۔ ارشاد خداوندی ہے اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ آمدم برسر مطلب مولینا یحیی صاحب نے آگے اس کے اصل مطلب کی طرف عنان قلم کو موڑا ہے۔ آپ کی سرخی قابل تحسین ہے "عدم قرأۃ خلف الامام فاتحہ ولا لغیرہا" عربی کی بھی خدر سے ٹانگ

توڑی گئی ہے مگر ہمیں لفظی بحث میں پڑنے سے فائدہ نہیں اس میں تضیع اوقات کے علاوہ کچھ نہیں۔ غالباً آپ کی ہستی علمی مشغلہ سے قدرے بے بہرہ ضرور ہے۔ آپ کی تمہید ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں "صفحہ ۱۳ احناف اور اہلحدیث کے مابین اختلافات پیدائش سے لے کر موت تک ہے"۔ یہ آپ کی ذہنیت ہے مولینا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں النافع الکبیر صفحہ ۹۹ میں اِنھما خالفا ابا حنیفہ فی ثلثی مذھبہ یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کے دو تہائی مذہب کی مخالفت کی ہے۔ مولینا فرمائیے یہ کچھ کم مخالفت ہوئی۔ بارہا امام محمد فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں ہم اسے نہیں لیتے۔ موطا کتاب الآثار اور الحج وغیرہ سرد دلی سے ملاحظہ فرمائیں۔ کسی نے سچ کہا ہے رشتی بدنما وانسلت اپنی بیماری میرے سر تھوپ علحدہ ہو گئی۔ یہ تو بڑے مزے کی بات ہے مولینا آپ تو امام صاحب کے خلاف نہیں کریں گے لیجئے سنئے قران مجید کی قرآۃ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء لفظ اللہ کو زبر اور علما کے ہمزہ کو پیش اور یہی سب جگہ پڑھا جاتا ہے۔ مولوی اشرف علی اور دیگر علماء تجوید حنفیہ نے لکھا ہے کہ لفظ اللہ کو پیش اور علماء کے ہمزہ کو زبر پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے۔ یہ ان کا لکھنا صحیح یا غلط، اگر صحیح ہے تو آگے چلئے۔ آپ کے امام ابو حنیفہ لفظ اللہ کو پیش اور علماء کے ہمزہ کو زبر پڑھتے تھے دیکھو مسند خوارزمی وغیرہ اس میں صاف واضح طور پر لکھا ہے کہ امام صاحب اللہ کے لفظ کو پیش پڑھتے تھے اور علماء کے ہمزہ کو زبر۔ ایمان داری سے فرمائیے اور انصاف سے کہئے اور دیکھئے فتاویٰ قاضی خاں میں امام العقیدہ امام ابو منصور

(ماتریدی کہ جن پر حنفیوں کے عقیدوں کا دارومدار ہے۔ اس لئے حنفی سب ماتریدی کہلاتے ہیں اور دوسرے مذہب والے اشعری کہلاتے ہیں) سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے خدا کو خواب میں دیکھا وہ بت پرست سے زیادہ خراب ہے۔ در مختار مشہور حنفی مذہب کی کتاب ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خدا کو سو بار خواب میں دیکھا۔ مولینا ٹھنڈے دل سے گریبان میں منہ ڈال خدا لگتی فرمائیں۔ نفسانیت اور عصبیت کو ایک طرف رکھ دیں الانصاف خیر الاوصاف۔ اب کہئے یہ اختلاف کس میں ہے کسی نے سچ کہا ہے "بد اچھا بدنام برا" شیر کو کون کہے کہ تیرے منہ سے بو آتی ہے۔ غریب کی جورو سب کی بھابھی۔ خیر اب مولینا یحیٰی صاحب کی اصل بات سنئے آپ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں "احناف کے نزدیک خلف الامام قرأۃ فاتحہ بحکم باری تعالیٰ آیت سورہ اعراف منسوخ ہو گئی" مولینا ناظر حسن دیوبندی حنفی جو آپ کے بھی مسلم الثبوت ہیں انھوں نے سورہ فاتحہ کے رد میں ایک کتاب بنام الفرقان لکھی ہے۔ آپ اس کے صفحہ ۸۹ میں یوں رقم طراز ہیں کہ اس موقع پر پہنچ کر سخت تعجب ہے کہ بہت سے اکابر علماء جو علوم دینیہ میں بحر زخار تھے اور ان کی کفش برداری ہم جیسے قاصر النظروں کے لئے مایۂ ناز ہے کیوں اس امر کے پیچھے پڑے کہ اسی آیت سے نماز جہری میں قرأۃ مقتدی منسوخ ہوئی اور اسی آیت سے سری میں پہلے کا نسخ استمعوا لہ ہے اور ثانی کا نسخ وانصتوا سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت میں مناسبات عقلیہ اور اوضاع لغویہ سے کام لیا گیا جو اکثر مخدوش ہیں۔ جو اس امر کا مدعی ہو کہ اس آیت سے جہری و

سری نماز میں قرأت مقتدی منسوخ ہوئی ہے۔ اس کے ذمے یہ امر لازم ہے کہ پہلے اس کا ثبوت پیش کرے کہ وقت نزول آیت پانچوں نماز فرض ہو چکی تھیں اور ان میں سری و جہری کی تفریق ہو چکی تھی.... کیونکہ امر منسوخ پہلے سے رائج ہونا ضروری ہے اور ناسخ کے لئے اس سے مؤخر ہونا لابدی ہے۔ سوم ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی احادیث مرفوعہ یا آثار مقبولہ ہیں جن سے پتہ چلے کہ یہ آیت بعد افتراض صلوات خمسہ نازل ہوئی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو آیت مذکورہ کو ناسخ قرأت مقتدی خواہ جہراً ہو خواہ سراً قرار دے سکتے ہیں اگرچہ پھر بھی انصتوا سے مقتدی کی سری قرأت کا منسوخ ہونا محل تامل رہے گا۔ مولینا عبدالحی لکھنوی امام الکلام صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں لا یخفی ان الاستدلال بالایۃ علی وجوب السکوت مطلقاً باطل .... آیت سے مطلقاً سکوت کے وجوب پر استدلال کرنا باطل ہے۔ صفحہ ۱۰۰ میں فرماتے ہیں اما الاستدلال بہا علی وجوب الانصات مطلقا سراً کانت او جہریۃ فی حالۃ السکتۃ وفی حال القراءۃ فغیر تام الا نتباہ و دلالت رکیکۃ لا یقبلہا ذو الفہم التام یعنی آیت سے چپ رہنے پر مطلقاً دلیل لینا خواہ سری ہو یا جہری کے سننے اور پڑھنے کے اوقات میں پوری نہیں اتر سکتی بلا تاویل حجر جہری کے جنھیں پوری سمجھ والے تو قبول نہیں کریں گے۔ اب ایک بات اور سن لیں حنفیہ کے نزدیک قرأت کی فرضیت قرآنی حکم سے ثابت ہے۔ اور وہ آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن اس سے تمام اقسام کے مصلیوں پر قرأت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اور آیت و اذا قری القرآن چپ رہنے کو

کہتی ہے دونوں میں خاص تعارض ہے حنفی مذہب کے اصول میں لکھا ہے کہ جب دو آیتوں میں تعارض ہو تو دونوں ہی دلیل کے قابل نہیں حدیث کی طرف مراجعت کرنا پڑے گی۔ دیکھو نور الانوار صہ ۱۹۱ و حکمہا بین الآیتین المصیر الی السنۃ لان الآیتین اذا تعارضتا تساقطتا فلابد للعمل من المصیر الی ما بعدہ وھو السنۃ مثالہ قولہ فاقرؤا ما تیسر من القران مع قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فان الاول بعمومہ یوجب القراۃ علی المقتدی والثانی بخصوصہ ینفیہ وقد وردا فی الصلاۃ جمیعا فتساقطتا فیصار الی الحدیث بعدہ۔ یعنی جب دو آیتوں میں تعارض واقع ہو تو حکم اس کا یہ ہے کہ حدیث کی طرف رجوع کیا جاوے۔ اس لئے کہ جب دو آیتیں باہم متعارض ہوں تو دونوں ہی حجت سے گر جاتی ہیں اس کی مثال فاقرؤا ما تیسر من القرآن یہ اپنے عموم کی بنا پر مقتدی کو بھی قرات کا حکم دیتی ہے اور دوسری بالخصوص منع کرتی ہے اور دونوں ہی نماز کے بارے میں وارد ہیں لہذا دونوں ہی حجت سے گر گئیں۔ حجت اور دلیل پکڑنے کے لائق نہیں رہیں اب حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا توضیح تلویح صفحہ ۵۴۱ میں بھی انھیں دونوں آیتوں کو تمثیل میں پیش کر کے حدیث کی طرف رجوع کرنے کو واضح کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مانہ المعارضۃ والترجیح یہ ہے حنفیہ کے اصول کا فیصلہ۔ پھر کیا مقام تعجب اور صد افسوس نہیں کہ اپنے اصول سے خلاف کر کے تنکوں کا سہارا تلاش کرتے پھریں۔ اب حدیثوں کی طرف آتے ہیں۔ آیت تو حنفی مذہب کے اصول

کی بناء پر منسوخ کرنے کی طاقت رکھتی نہیں۔ سینہ زوری کا تو علاج ہی نہیں۔ ہم نے آپ کے ہی مستند آدمیوں سے آپ پر واضح کر دیا ہے آگے آپ کو اختیار ہے اور پھر آہستہ نمازوں کی قرآت تو اس آیت سے امام صاحب کے نزدیک بھی تو منع نہیں۔ امام صاحب تو صرف جہری نماز کی کی قرآت کو اس کا سبب نزول فرماتے ہیں۔ امام رازی اپنی تفسیر میں اس کے نزول کے متعلق کئی اقوال لکھتے ہیں منجملہ اس کے لکھتے ہیں والقول الثالث ان الآیۃ نزلت فی ترک الجہر بالقراۃ خلف الامام وراء الامام وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ یعنی تیسرا مذہب اس کے نزول میں یہ ہے کہ یہ آیت زور سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا تو یہی کہنا ہے۔ امام رازی کے کلام کی تائید اس سے بخوبی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو امام الکلام صفحہ ۳۷ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں الثالث ان قراءۃ الفاتحۃ مستحسنۃ ومستحبۃ فی السریۃ ومکروھۃ فی الجہریۃ فی روایۃ عن محمد کما ذکرہ صاحب الہدایۃ والذخیرۃ وغیرھما وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ کما ذکرہ الزاھدی فی المجتبی وھو الذی اختارہ ابو حفص شیخ التسلیم کما ذکرہ بل جماعۃ من الحنیفۃ والصوفیۃ کما قال صاحب التفسیر الاحمدی فان ایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخ الحنیفۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للموتم کما استحسنہ محمد ایضا احتیاطا فیما روی عنہ۔

حنفیہ کے کئی مسالک بیان کئے ہیں جس میں تیسرا مسلک یہ بیان کیا کہ سورۃ فاتحہ

کا سری نمازوں میں پڑھنا مستحسن اور مستحب ہے ہاں جہری میں مکروہ ہے
صاحب ہدایہ نے امام محمد سے روایت کی ہے اس کی بناء پر اور یہ ایک
روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوحنیفہ رح سے جیسا کہ زاہدی نے مجتبی میں نقل
کی ہے اس کو ابوالحفص کبیر نے اور شیخ التعلیم نظام الدین ہروی نے بھی
اختیار کیا ہے بلکہ ایک حنفیہ اور صوفیہ کی جماعت نے بھی اختیار کیا ہے۔
جیسا کہ ملا جیون صاحب نور الانوار نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ
صوفیہ کرام اور مشائخ حنفیہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا مستحسن سمجھتے تھے۔
جیسا کہ امام محمد مستحسن اس کو سمجھتے تھے۔ علامہ عینی نے بھی یہی بخاری کی شرح
میں سورہ فاتحہ کو صوفیہ کرام سے مستحسن بیان کیا ہے حضرت نظام الدین
اولیا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے دیکھو نزہت الخواطر صفحہ ۱۲۶
حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے
دیکھو نزہت الخواطر مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۲۹۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بھی امام کے پیچھے سورہ
فاتحہ پڑھتے تھے۔ دیکھو انفاس العارفین مؤلفہ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی۔ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کتاب میں
فرماتے ہیں جو لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر آیت واذا قرئ
القرآن کو استدلال میں پیش کرتے ہیں یہ ان کا استدلال ضعیف او
بودا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ آیت جہری نماز پر دلالت کرسکتی ہے۔
حضرت شاہ صاحب اپنی حجت اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں "اگر امام زور سے

پڑھتا ہو تو صرف اس کے سکتوں ہی میں پڑھے اور اگر امام آہستہ پڑھتا ہو تو مقتدی کو اختیار ہے۔ مگر مقتدی کو چاہیے کہ اس طرح پڑھے کہ امام کو تشویش میں نہ ڈال دے۔ میں نے ان کی عبارتیں طول کی وجہ سے نہیں تحریر کیں اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو حوالہ جات مع صفحہ دریافت کرنے کی قدرے زحمت گوارہ فرمائیں۔ مؤلف یحیٰی نے اولاً اپنے زعم و خیال سے نمبروار، سات حدیثیں اہل حدیث کی نیابت کرتے ہوئے بغرض اعتراض پیش کیں ۱ عبادہ بن صامت کی ۲ زہری کے طریق سے مسلم کی فصاعداً اور ۳ عمرو بن شعیب کی تقرءون خلفی قالوا نعم ۴ ابوہریرہؓ سے فاتحہ الکتاب وما زاد ۵ ابوہریرہؓ کی خداج والی ۶ امام بخاری کا قول امام کے سکتے ہیں ۷ علیؓ کی ظہر عصر کی پہلی میں فاتحہ اور سورت اور اخیر والی میں صرف فاتحہ۔ آپ ان کے ذکر سے پہلے بڑے زوروں میں لکھتے ہیں "صفحہ ۱۳ حضرات اہل حدیث خلف الامام فاتحہ کی دلیل صحیح بخاری سے پیش کرتے اور میں بھی جزء القرات فاتحہ بخاری سے روایات درج کرتا ہوں۔ مولانا کی لیاقت کا پہلے اندازہ اور جائزہ لے لیں۔ انھیں کتاب کا نام بھی تو صحیح لینا نہیں آتا۔ خیر ہم ان سے بھی صحت کرنا پسند کرتے ہیں انھیں خود سنبھالنا چاہیے۔ اب ان ساتوں کو لکھنے کے بعد بڑے ہی طمطراق سے لکھتے ہیں صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں" مذکورہ بالا ساتوں روایات کو بہ نظر غور دیکھا جائے تو وہ تمام متضاد ہیں . . . . بلکہ سب ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں حضرات اہل حدیث جو دعویٰ کرتے

ہیں کہ ہم عامل بالحدیث ہیں، میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ ان سات روایات میں سے کس پر عمل کرتے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں صفحہ۱۲ میں "ان ساتوں متضاد روایتوں پر روشنی ڈالتا ہوں۔ پھر آپ نے روشنی ڈالنا شروع کیا۔ حضرات غور سے سنتے جاویں ۱ میں آپ نے حضرت عبادہ کی روایت لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا ذکر کر کے دور روشنی ڈالی، (۱) عبادہ کی روایت میں مقتدی کا ذکر نہیں (۲) اس روایت میں راوی عمر بن اسحٰق جو کہ مدلس ہیں اور مدلس کی روایت مقبول نہیں ہوتی...... چونکہ حدیث ہذا میں ابن اسحٰق نے اپنے استاد مکحول سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے" پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے ابتدا میں لکھا تھا کہ اہل حدیث بخاری سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ میں جزء القراۃ بخاری سے روایات درج کرتا ہوں اور پھر آپ نے لاصلاۃ تو بخاری ہی کی حدیث دلیل میں پیش کی ہے سچ ہے ع دروغ گو را حافظہ نباشد" اور پھر طرہ یہ کہ جس میں محمد بن اسحٰق کا نام و نشان نہیں۔ آپ اس کے راویوں میں عمر بن اسحٰق کی بجائے محمد اسحٰق لکھ رہے ہیں اور کلام محمد بن اسحٰق پر اور مکحول ان کے استاد پر ہوتا ہے۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولہا ماروں گھٹنہ پھوٹے آنکھ۔ عمر بن اسحٰق کوئی راوی نہیں اور لاصلوٰۃ میں محمد بن اسحٰق کا وجود نہیں۔ اگر ہے تو وہ حدیث ہی اور ہے جس میں صبح کی نماز کا ذکر ہے جس میں صاف وارد ہے انی اراکم تقرؤن خلف امامکم الخ بعد سلام حضور نے فرمایا میں نے تم کو اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے

دیکھا ہے سب نے بیک زبان کہا ہاں اے خدا کے رسول ۔ آپ نے
فرمایا کچھ مت پڑھا کرو سورۂ فاتحہ پڑھا کرو کہ اس کے بغیر نماز نہیں
ہوتی۔ اس میں مقتدیوں کا بھی ذکر ہے اور محمد بن اسحٰق بھی ہے پسنن کی
روایت بھی ہے اور محمد بن اسحاق کا عن سے روایت کرنا بھی ہے مگر مولینا کریلہ
اور نیم چڑھا ۔ لاعلمی اور تصنیف اور حمیت مذہبی کا شوق ۔ آپ کو اور
کتابوں سے کیا واسطہ آپ تو وہی دکان داری کیا کیجئے سنن دار قطنی
کے صفحہ ۱۲۱ اور مسند احمد صفحہ ۳۲۲ ، ور زیلعی کے نصب الرایہ صفحہ ۲۳۱
ملاحظہ کریں کہ ابن محمد بن اسحٰق کا مکحول سے سماع صریح موجود ہے ۔ زیلعی
میں ہے فصار الحدیث موصولا صحیحا ابن اسحٰق کی حدیث موصول اور
صحیح بھی ہوگئی ۔ مولانا اب فرمایئے اب تو کوئی عیب نہیں رہا ۔ اور لیجئے
مولینا عبدالحیٔ لکھنوی سعایہ شرح الشرح وقایہ صفحہ ۳۰۲ میں لکھتے ہیں
وقد ثبت بحدیث عبادۃ وھو حدیث صحیح قوی السند امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بقراءۃ
الفاتحۃ للمقتدی عبادہ کی حدیث صحیح ہے اور سند کی رو سے بھی
قوی ہے ۔ اس سے حضورؐ کا حکم کرنا مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ثابت
ہوگیا ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے امام بیہقی سے اس حدیث
عبادہ کا صحیح ہونا بیان کیا ہے اسنادہ حسن و رجالہ ثقات امام بیہقی کی کتاب
القراءت کے صفحہ ۴ میں بخاری والی عبادہ کی حدیث میں یہ فاتحۃ الکتاب
کے بعد لفظ خلف الامام وارد ہے اور اس کو صحیح بھی ثابت کیا ہے
اب آپ کا یہ کہنا کہ عبادہ کی روایت میں مقتدی کا ذکر نہیں ۔ ایسی

لیں اور یاد رکھیں کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی صحیح ۔اب تو صحیح اور حسن اور
جید الاسناد بھی اور پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اور مقتدی کا بھی ذکر آگیا ۔آپ
کا خیال خام ہی رہا ۔کسی نے بالکل صحیح کہا ہے ۔ ع ہم الٹے بات الٹی
یار الٹا واسدا الموافق ۔ ع۲ پر آپ کی روشنی ۔آپ فرماتے ہیں کہ فاتحہ
پڑھنے کے ساتھ فصاعدا فرمایا ہے ۔یہ روایت اہل حدیثوں کے خلاف
ہے کس پر عمل کرے ۔ پھر آپ فصاعدا کی تشریح یا معنی اس طرح کرتے ہیں
یعنی فاتحہ اس کے علاوہ بھی پڑھا جاوے ۔اب غور سے سنئے لفظ فصاعدا
میں علمائے محدثین نے جو کچھ کلام کیا ہے وہ تو سب پر عیاں ہے مگر آپ
نے امام بخاری کی جزء القرات سے دلیل لکھنے کو لکھا تھا ۔امام بخاریؒ نے
تو جزء القرات کے پہلے صفحہ میں حدیث کی اصلاح کی تھی آپ نے مسلم
سے حدیث کیوں لکھی ۔ امام بخاری تو فرماتے ہیں تمام ثقہ نے اس لفظ
کے بیان کرنے میں معمر کی موافقت نہیں کی ہے ہم ان باتوں میں پڑنا
نہیں چاہتے ۔صحیح مسلم میں ہے چلئے ہمیں قبول ہے مگر اس کے معنی بھی
تو وہی آپ کو لینا چاہئے جو محدثین ہی بیان فرمائیں ۔سنئے امام ابوداؤد
مشہور امام ہیں جن کی کتاب سنن ابوداؤد ہر جگہ دستیاب ہوتی ہے
انھوں نے حضرت عبادہ والی دونوں روایتیں یعنی بے ذکر لفظ فصاعدا
اور بالذکر لفظ فصاعدا بیان کی ہے ۔ پہلی میں کوئی بات نہیں ذکر فرمائی
البتہ فصاعدا والی حدیث بیان کرکے راوی حدیث حضرت سفیان سے
اس کا مطلب یوں بیان کیا کہ فصاعدا اکیلے کے لئے ہے اور بلا ذکر

فصاعداً عام ہے سب کو شامل تھا اگر فصاعدا کے سب مخذہے تو اکیلے کے
لئے ہے تسلی کے لئے آپ حضرت مولینا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی
فارسی شرح مشکوٰۃ مسمی اشعۃ اللمعات کو غور سے پڑھیں۔ وہ اس حدیث
کا ترجمہ و خلاصہ اس طرح بیان فرماتے ہیں " پس بخواند فاتحہ و زیادہ
بر آں یعنی فاتحہ البتہ می باید خواند و مقتصر بر فاتحہ ہم نیست و اگر چیزے زیادہ
کند نیز درست است یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ اور اس پر زیادہ یعنی فاتحہ تو البتہ
پڑھنا ہی چاہیئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہیں ہے کہ اور چیز کا اس پر
زیادہ کرنا درست نہ ہو۔ نہیں بلکہ اگر کچھ اس پر زیادہ بھی کرے تو درست
ہے۔ یہ ہے فصاعدا کا خلاصہ۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ اپنے مانے ہوئے
تاہم حنفی کا ترجمہ اس حدیث کا لکھتے مگر اپنے یہاں کب نظر آنے لگا۔
آپ کی تو زبان اس وقت تالو پر لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایمان داری اور
انصاف سے فرمائیے اب عمل کرنے میں کون سی چیز حائل ہو سکتی ہے۔
مولینا یہ حدیث اہل حدیثوں کے خلاف نہیں یہ تو سب کے ہی موافق
ہے۔ آپ نے لفظ فصاعدا کو فقط دیکھ لیا اس کے اصل معنی پر نظر نہیں
ڈالی علامہ زبیدی حنفی جس نے الجواھر المنیفۃ فی اصول ادلۃ مذھب الامام ابی حنیفہ
لکھی ہے وہ قاموس کی شرح تاج العروس میں لکھتے ہیں وفی الحدیث
لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا ای فما زاد علیہا کقولہم
اشتریتہ بدرھم فصاعدا واو اور بے کے ساتھ صاعدا نہیں استعمال
کر سکتے اس لئے کہ یہ کلام کو خراب کر دیتا ہے لانک لا ترید ان الدرھم

مع ما عدا ثمن لشیٔ کقولك بدرهم و زیادة ولکنك اخبرت
بادنیٰ الثمن فجعلته اولاً ثم قررت شیاً فشیاً لا ثمان شتی۔
یعنی حدیث سورہ فاتحہ میں لفظ فصاعداً آیا ہے یہ اسی طرح سے سمجھو جس طرح لوگ
کہتے ہیں میں نے ایک درہم پس زیادہ سے کبھی خریدا تمہاری یہ غرض نہیں ہوا کرتی ہے
ایک درہم زیادہ مل کر اس چیز کی قیمت ہوئی بلکہ یہاں تو تم ادنیٰ قیمت کی اولاً خبر دے
رہے ہو اور پھر اس پر قیمتوں کا اضافہ بیان کرتے ہو مولانا آپ نے ہدایہ تو ضرور دیکھی ہو گی
قربانی کا بیان ملاحظہ ہو اس میں ہے یجزی من ذالك كله الثنی فصاعداً یعنی تمام
اقسام کے جانوروں میں سے ثنی پس ثنی سے اوپر کا کام آتا ہے فرمائیے کہ ثنی کے ساتھ فصاعداً
ہونا بھی ضرور ہے؟ عمل کس پر ہو۔ موطا امام محمد کے باب زکوٰۃ المال میں دیکھیں نصاب کے
متعلق مرقوم ہے و تلك مائتا درهم او عشرون مثقالاً فصاعداً یہ نصاب
دوسو درہم یا بیس مثقال پس زیادہ فرمائیے دوسو درہم اور مثقال پر زکوٰۃ ہے یا ان پر
زیادہ کی بھی ضرور شرط ہے کس پر عمل ہو۔ باب مایکرہ من الضحایا کھولیں اس میں
پڑھئے و ان ذهب النصف فصاعداً لم یجزی یعنی جانور کا نصف عضو پس زیادہ
مفقود ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اب یہ فرمائیے کہ آدھا کان آدھی آنکھ آدھا
سینگ وغیرہ ٹوٹ جائے یا پھوٹ جاوے تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں زیادہ
کٹنا بھی ضروری ہے؟ چور کی سزائیں دیکھیں۔ القطع فی ربع دینار فصاعداً
یعنی ربع دینار پر پس زیادہ میں چور کے ہاتھ کاٹے جاویں۔ فرمائیے
ربع پر زیادہ ہاتھ کاٹنے کے لئے کیا واقعی شرط ہے۔؟
اسی قسم کی عبارتیں آپکو بے شمار مقامات میں ملیں گی۔ یہ تو نمونہ

از منشت خوار سے آپ کی تسلی کی غرض سے پیش خدمت ہے۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہونگے
اور آئندہ تعارض کا نام نہ لیں گے خداوند آپ کو اچھی سمجھ عنایت فرمائے۔
نمبر۳ میں آپ فرماتے ہیں اس حدیث میں فاتحہ کے بعد لا تفعلوا فرمایا ہے اور نمبر کی حدیث
نمبر۲ میں فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھو اور نمبر۳ میں حکم ہے فاتحہ کے بعد کچھ نہ پڑھو۔ اب اس
میں تعارض سمجھے ہوئے ہیں مولانا ہم نمبر۲ میں واضح کر چکے ہیں جس سے آپ سمجھ گئے
ہوں گے کہ ان میں تعارض نہیں نمبر۳ کی حدیث میں صریح مقتدیوں کا ذکر ہے نمبر۲
میں تو مقتدیوں کا نام ہی نہیں عام اور خاص میں حنفیہ کے اصول کے لحاظ سے بھی تو تعارض
نہیں ہوا کرتے۔ آپ تو ماشاء اللہ آئی بات سے بھی کورے نظر آئے نمبر۳ مقتدیوں کے لئے
اور نمبر۲۔ امام اور منفرد کے لئے بلکہ حسب توضیح مولانا عبد الحق وائمہ لغت وہ بھی سب
کے لئے مگر اسی معنی سے کہ جسے بیان کیا ہے بخاری شریف اور اسی جزء القراءت میں یہ بھی
تو ہے حضرت ابوہریرہؓ سے وان لم تزد علی ام القرآن اجزأت وان زدت
فهو خیر یعنی اگر سورہ فاتحہ پر تم زیادہ نہ کرو تو بھی کفایت کرے گا۔ اور اگر زیادہ کرو تو
وہ بھی بہتر ہے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ سورتوں کا ملانا
فرض واجب سنت یا کیا؟ اس کے بعد جو کچھ کہنا ہے کہئے یہ کی حدیث ابوہریرہؓ کی ہے
اور یہ حدیث بخاری میں بھی ابوہریرہ ہی کی ہے۔ کیا عمدہ تطبیق دیدی اور سمجھا دیا حضرت
ابوہریرہؓ نے اچھی حضور فما زاد کا بھی وہی مطلب ہے جو فصاعدا کا مطلب تھا کوئی
تعارض ہی نہیں ان میں نمبر۵ میں آپ ابوہریرہؓ کی حدیث اقرأ بها فی نفسك یا
فارسی پر تعارض کا دھبہ لگاتے ہیں آپ کے الفاظ یہ ہیں" سائل کے جواب میں ابوہریرہؓ
فرماتے ہیں کہ دل میں پڑھ لے اہل حدیثو زبان سے پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ اب پھر اس

کی اور تو تشریح فرماتے ہیں۔ دل میں پڑھنے کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں
فاتحہ کی آیت اور اس کے معنی پر غور کرے، مولانا اگر آپ اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی زیر
مطالعہ رکھتے تو اس قدر واضح ٹھوکر نہ کھاتے لیجئے مولانا اب اپنے مذہب کی مستند کتاب
ہدایہ کتاب الجمعہ کھول لیجئے آپ کو اس میں یہ واضح طور پر لکھا ہوا ملیگا الا ان یقرا الخطیب
قوله تعالیٰ یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما فیصلی السامع
فی نفسه یعنی امام خطیب صاحب خطبہ میں یا ایها الذین اٰمنوا صلوا الخ (یہ آیت)
پڑھیں تو سامع کو چاہئے کہ اپنے جی میں درود بھیجے وہی فی نفسہ یہاں بھی ہے فرمایئے کس
طرح جی میں پڑھے۔ اور درود کے حرفوں پر غور کرے یا کچھ اور۔ لیجئے ہدایہ کی شرح کفایہ
کے صفحہ ۶۴ جلد اول میں اس کی تشریح بایں الفاظ کی ہے ای یصلی بلسانه
خفیا۔ یعنی اپنی زبان سے چپکے چپکے درود شریف پڑھے۔ اور فتح القدیر
شرح ہدایہ کے صفحہ ۲۶۵ جلد اول میں ہے وعن ابی یوسف ینبغی ان یصلی
فی نفسه لان ذالك مما لا یشغله عن سماع الخطبة فکان احرازا للفضلیتین
وہ سوال جواب یعنی امام ابو یوسف سے وارد ہے کہ اپنے جی میں درود شریف پڑھے
اس لئے کہ جی میں پڑھنا خطبہ کے سننے میں مخل نہیں واقع ہوتا اس صورت میں خطبہ
کے سننے اور درود شریف پڑھنے کی دونوں ہی کی فضیلت جمع ہوتی ہیں۔ اور
یہی بات صحیح ہے۔ یہ تو آپ کے مذہبی کتابوں کا ذکر تھا۔ اب امام بیہقی کی کتاب
القراۃ کے صفحہ ۱۷ کو ملاحظہ کریں فرماتے ہیں المراد بقوله اقرا بها فی نفسك
ان یتلفظ بها سرا دون الجهر بها ولا یجوز حمله علی ذکرها بقلبه دون
التلفظ بها لاجماع اهل اللسان علی ان ذلك لا یسمی قراءة یعنی ابو ہریرہ

کی حدیث میں ہے کہ اپنے جی میں پڑھ اس سے مراد آہستہ پڑھنا ہے زور سے نہیں اس لئے
کہ دل میں ذکر کو بلا حرف ادا کئے تمام عربوں کے اجماع کے خلاف ہے عربوں کا
اجماع ہے کہ اس کو قراۃ نہیں کہتے آیت واذکر کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ یوں فرماتے
ہیں قال ابن عباس یعنی بالذکر القراۃ فی الصلوۃ یرید یقرأ اسرا فی نفسہ
یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ جی میں یاد کرنا نماز میں پڑھنا ہے یعنی اپنے دل میں آہستہ
پڑھے دیکھئے تفسیر خازن اور معالم التنزیل اور تفسیر مظہری اخیر سورہ اعراف ملا جیون
اپنی تفسیرات احمدیہ صفحہ ۴۴۲ میں اور تفسیر مدارک میں علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں
واذکر ربک عام فی الاذکار من قراۃ القرآن والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیر
ذالک ای واذکر ربک ای ذکر کان تضرعا الخ اپنے رب کو یاد کرنا جی میں یہ عام
ہے، تمامی اذکاروں میں خواہ وہ تلاوت قرآن ہو یا دعا ہو یا تسبیح وتھلیل وغیرہ ہو
جیسا بھی ذکر ہو تفسیر جلالین میں فی نفسک کی تفسیر سرا سے کی جمل میں ای اسمع
نفسک لکھا ہے مولانا گریبان میں منہ ڈال کر ٹھنڈے دل سے دیکھتے ہوئے ایمانداری
سے فرمایئے کہ اہل حدیث دھوکہ دہی میں مبتلا ہیں یا آپ خود نافہمی کیوجہ سے
اس میں علماء حنفیہ کا بھی میرے علم میں کوئی قصور نہیں سمجھے تو یہ ثمرہ محض آپ کی
ناواقفی ہی کا نظر آتا ہے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ تمام مفسرین نفسی کے معنی دل کے کرتے
ہیں اور بجائے دل کے زبان سے پڑھتے ہیں. پھر آپ یوں فرماتے ہیں صفحہ ۱۹ یہ انکی
ضد ہے اور انہیں مخالفت کرنی ہے یہ کسقدر سینہ زوری کی باتیں ہیں کیا اچھا
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد. بمثل ہے الٹا چور
تے ہیں صفحہ ۱۹ ان کو اپنی بیجا ضد سے باز آنا چاہیے

مولانا سوچیے آخر ایک وقت آپ کو بھی خداوند کریم کی حضور میں جوابدہی کرنی ہے
ایمان سے کہئے ہٹ دھرمی اب کس کی رہی اب آپ اپنی ضد اور ہٹ کو چھوڑیں گے
یا کیا؟ اب ۲ کو لیجئے آپ اس نمبر میں امام بخاری پر غلط الزام لگاتے ہیں۔ امام بخاری
کا یہ فرمان ہی نہیں۔ یہ ادبجد پڑنے کی خواچھی نہیں بے محابا گفتگو اچھی نہیں امام
بخاری کا تو فرمانا ان کے خود کا اس طرح ہے دیکھو صفحہ ۶ جزء القرات امام بخاری رح
آیت واذا قری القرآن سے استدلال کرنے والوں کی تردید فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
ایت کی بنا پر اگر کوئی امام زور سے نہ پڑھتا ہو اس کے پیچھے پڑھے یا کیا اگر کہے کہ نہیں
تو اس کا دعویٰ ہی غلط ہوا۔ اس لئے کہ اللہ میاں تو سننے اور خاموش رہنے دونوں
کا ارشاد فرماتے ہیں سننا تو زور سے پڑھے اور میں ہوتا ہے۔ ہم اس آیت پر عمل
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقرا خلف الامام عند السکتات یعنی پڑھے امام
کے سکتوں میں امام ممدوح نے لفظ سکتات جمع کا صیغہ فرمایا تثنیہ نہیں فرمایا
مولانا عبدالحی لکھنوی امام الکلام صفحہ ۱۷۱ میں فرماتے ہیں اقول لا شک فی
ثبوت سکتات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التکبیر وبعد القراۃ
وبعد الفاتحہ وقرأتہ الاوعینہ والاذ کا فی بینہما وھذہ من
السنن القدیمۃ التی قل من یعمل بہا یعنی میں کہتا ہوں اس میں تو شک نہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی سکتے ثابت ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے بعد قرات کے
بعد سورہ فاتحہ کے بعد یہ پرانی سنت تھی مگر اس پر بہت کم عمل کرنے والے ہیں۔
صفحہ ۱۵۵ میں امام ابن عبدالبر کی کتاب استذکار سے نقل فرماتے ہیں۔
روی سمرۃ وابوھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کانت لہ سکتات

حضرت سمرۃ اور حضرت ابو ہریرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے روایت
کئے ہیں مولانا عبدالحی لکھنوی نے صفحہ ١٣٢ میں امام بخاری کی جزء القراۃ سے ابو سلمہ
اور محمد بن عمرو سے نقل کیا ہے قالا ان الامام سکتتان فاغتنموا القراۃ فیہما
امام کے دو سکتے ہیں تم ان میں قرات کو غنیمت سمجھو۔ نیز عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے
کہ یا بنی اقروا اذا سکت الامام واسکتوا اذا جہر فانہ لا صلوۃ لمن
لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ اے میرے بیٹو امام جب سکتہ کرے اس وقت پڑھ لیا کرو
اور جب وہ زور سے پڑھتا ہو خاموش رہا کرو اس لئے کہ بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں
ہوتی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔
فان جہر الامام لم یقرأ الا عند الاسکاتۃ وان خافت فلہ الخیرۃ
یعنی اگر امام زور سے پڑھتا ہو تو اس کے سکتہ کرنے میں پڑھتے اور اگر آہستہ پڑھتا
ہو تو اسے اختیار ہے جس وقت چاہے پڑھے۔ مولانا یحیی صفحہ ١٠٢ میں لکھتے ہیں
جبکہ وہ قراۃ خلف الامام فاتحہ پڑھنے پر قادر نہیں یا تو وہ حضرت امام بخاری رح
کی مخالفت کرتے ہوئے بغیر سکتوں کے فاتحہ پڑھے ورنہ اپنی نماز غارت کرے
نماز کو غارت کیوں کرے۔ حضرت مکحول جو تابعی مشہور ہیں ان سے امام ابوداؤد نے
بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں فان لم یسکت اقرأ بھا قبلہ ومعہ وبعدہ لا
تترکھا علی حال یعنی اگر امام سکتہ نہ کرے تو امام سے پہلے یا ساتھ ساتھ یا بعد میں
ہر ممکن پڑھ لے کسی حال میں سورہ فاتحہ نہ چھوڑے امام اعظم کے اوستاذ جن کی
تعریف میں خود امام صاحب رطب اللسان ہیں میں نے ان سے بہتر کسی کو نہیں
پایا وہ فرماتے ہیں اذا کان جہرا لا۔ امام یجہر فلیبادر بقراۃ ام القرآن او

یقرا بعد ما یسکت یعنی امام درست پڑھ رہا ہو تو اس سے پہلے پڑھ لے یا جب
سکتہ کرے اس وقت پڑھے دیکھو زیلعی کی تخریج ہدایہ۔ اب آپ کی سنیئے۔
بیڑ حلبی صفحہ ۳۰۷ ملاحظہ ہو ان ادرکت الامام والامام یجہر بالقراۃ
قال بعضہم یاتی بالثناء عند سکتات الامام یعنی امام کو جہری نماز میں کر
پانے والے امام کے سکتوں میں ثنا کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے لا قراءۃ سکتہ
الاتیان بالسنۃ مع مقتضی مراعاۃ الامر بسنت یعنی ثنا عمل ہو جاوے گی اور
فاستمعوا لہ وانصتوا پر بھی عمل ہو جاوے گا۔ سن لیا صاحب اب آپ کی رائے کی
روشنی کا حال سنئے آپ حضرت علیؓ کا ظہر و عصر کی پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری
کوئی سورت اور پچھلیوں میں صرف فاتحہ کا ان کا پڑھنا لکھکر اہل حدیثوں پر برس رہے ہیں
یہ روایت آپنے بحوالہ جزء القراۃ بیان کی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپنے حضرت
علیؓ کی پوری بات کیوں نہیں لکھی محض اسلئے کہ اس میں آپ کی روشنی بجھ جاتی تھی
حضرت علیؓ کی روایت صفحہ ۸ میں ہے پوری روایت اس طرح ہے۔ دیکھو طحاوی صفحہ
۱۲۳ جلد اول میں صرف ترجمہ ہی لکھ دیتا ہوں ابو رافع کہتے ہیں حضرت علیؓ حکم
فرماتے ہیں اور خود بھی دوست رکھتے تھے کہ امام کے پیچھے ظہر و عصر دو پہلیوں میں
سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری ایک ایک سورت پڑھے اور اخیر کی دو میں صرف سورہ
فاتحہ پڑھے سن لیا اصلی روایت یہ ہے اور آپ کی دیانت وایمانداری یہ ہے۔ آپ
کا یہ فرمانا کہ یہاں بھی عقل حیران ہے اصحابی کا تنجم ہر کے فعل کے خلاف تمہارا فعل ہے
اور دعویٰ اہل حدیث ہے کیا معاذ اللہ اصحاب رسول کا فعل اللہ کے رسول کے
خلاف تھا نا تم اللہ کے رسول کے خلاف فعل کرتے ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ آپ نے

کس حالت میں لکھا تھا آیا نیند کے نشہ میں یا کوکین و نشہ کی چیز کے استعمال کے بعد لکھا تھا۔ آپ کو تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام ہم کس کو دے رہے ہیں یہی معنی ہیں الٹا چور کتیوال کو ڈانڈے۔ حضرت علی امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم کر رہے ہیں۔ ایمان سے کہئے آپ امام کے پیچھے پڑھنے کو مان گئے اور نہ پڑھنے کے مذہب سے توبہ کر لی الٹا ہم آپ سے اس کہنے میں حق بجانب ہیں کہ عقل حیران ہے کہ اصحابی کالنجوم کے فعل کے خلاف تمہارا فعل ہے اور پھر دعویٰ احنفیت کا کیا معاذ اللہ اصحاب رسول کا فعل اللہ کے رسول کے فعل کے خلاف تھا تم اللہ اور رسول کے خلاف فعل کرتے ہو خدارا اپنے دل میں انصاف سے غور کرو اور خانہ ساز اجتہاد کے لئے غلطی کا ارتکاب نہ کرو۔ مولانا آپ ہی کا سر اور آپ ہی کا ... کیوں صاحب بات ٹھیک ہے۔ اس اندھی تقلید سے توبہ کرو کم جس کی مستی جس کے نشہ میں سیدھا اور الٹا تک نظر نہیں آتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم نافذ فرمائیں اور آپ اس کا انکار کریں علیکم بلسنتی کو بھی بھول گئے آپ اہل حدیث مسبوق کی بیکسی کو کیوں رو تے ہیں اہلحدیث کو امام کے ساتھ ساتھ رکوع سجدے میں جانے کا حکم کس حدیث میں آپ نے دیکھا ہے۔ پہلے وہ بیان کرتے ورنہ سنلو فان الامام یرکع قبلکم ویسجد قبلکم امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اسی قدر تمہیں امام سے بعد یہ کام کرنا چاہئے فتلک بتلک امام کا آگے جانا آگے سر اٹھانا اور تمہارا اس کے بعد عمل کرنا یہ اس کا بدل ہو جاوے گا۔ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے تو مقتدی صاحب اپنا کام کر کے پھر رکوع میں جاوے مگر اتنی دیر امام کے بعد سر اٹھاوے عوض آجاوے گا۔ دیکھو صحاح ستہ اور پھر زبان کھیلئے اہلحدیث مسبوق بیکس

کیوں ہونے لگا۔ حنفی ضرور ایسا ہو سکتا ہے آپ کے یہاں کی بھی سن لیں ملاحظہ فرمائیں کبیری شرح منیہ صفحہ ۲۹۸ ۔ ۱۰ ان ادرک الامام فی الرکوع الخ یعنی اگر امام کو رکوع میں پاوے برابر ثنا پڑھے اگر کچھ حصہ امام کا رکوع سے ملنے کی توقع ہے تو کھڑے کھڑے ہی ثنا پڑھے پھر رکوع کرے اگر کچھ بھی حصہ کے ملنے کی توقع نہ ہو تو رکوع میں چلا جاوے میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا سورہ فاتحہ ثنا سے بھی گئی گذری اور پھر جس کے یہاں یہ بیہودہ بیچارے اہل حدیثوں پر کیا اعتراض کریں گے۔ کبیری نے ایک روایت حضرت عمرؓ سے بیان کی ہے اس صفحہ میں وہ اس طرح ہے کہ جب تو امام کو رکوع میں پاوے اور تو نے اس کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں داخلی کی تیری وہ رکعت ہو گئی۔ اب تو آپ کی زبان بند ہی ہونی چاہئے اور اپنا اللہ کو بھول ہی جاویں گے۔ اگر کچھ مذہبی غیرت ہے تو ورنہ خدا ہی حافظ۔ مولانا یحییٰ صفحہ ۴۲ کی آیت اعراف واذا قری القرآن کے نزول در بارہ خطبہ جمعہ اہل حدیثوں کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ سنئے حنفی مذہب کی مستند تفسیر مدارک علامہ نسفی حنفی کی تحریر فرماتے ہیں وقیل فی استماع الخطبۃ وقیل فیھما وھو الاصح یعنی اس کے شان نزول میں دو باتیں ہیں (۱) مقتدیوں کے بارے میں (۲) خطبہ کے سننے میں تیسرا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں ہی کے بارے میں اتری ہے اور یہی اصح ہے مولانا آپ کو اصل میں دھوکہ یوں لگا ہے کہ آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ سورہ اعراف پوری مکی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے فتح الباری میں ابو جعفر نحاس سے ہے انھا مکیۃ الا الآیۃ الاخیرۃ کہ سورہ اعراف مکی ہے مگر اس کی اخیر کی آیت مکی نہیں ہے اس وجہ سے محمد بن نصر مروزی نے مدنی کہا ہے۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ بھی آیت خطبہ کے بارے میں نزول کا فرماتے ہیں بقول آپ کے صحابہ رسول رسول اللہ کے خلاف بھی

کہہ سکتے ہیں یہ آپ کے ملاں جیون نے بھی تفسیرات احمدیہ کے صفحہ ۴۴۹ میں لکھتے ہیں والاصح
انہما جمیعا صحیح یہی ہے کہ یہ آیت دو بار میں نازل ہوئی ہے اور یہ بھی تو ہو سکتا
ہے کہ یہ آیت مکہ میں بھی اتری اور مدینہ میں بھی ایک آیت کا دو مرتبہ اترنا کیا کوئی
برقی بات یا ناممکن ہے آپ فوز الکبیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ملاحظہ فرمالیجئے
تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے اور آپ کا تردد ختم ہو۔ حسن بصریؒ کی دوسری روایت بھی آپ
ملاحظہ فرمالیں۔ ابن ابی شیبہ، کتاب القرات امام بیہقی کے صفحہ ۷۲ میں ہے۔
"ان لفظوں سے آپ نے فرمایا اقرأ بفاتحة الکتاب خلف الامام جھر اولم یجھر"
یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا امام چاہے زور سے پڑھتا ہو یا آہستہ یہاں دل
میں پڑھنے کا تو نام بھی نہیں لیا زور سے پڑھنے کا حکم تو کر ہی سکتے تھے۔ مقتدیوں کو پڑھنے
کا برابر حکم دیتے ہیں اور پھر قرأت کے ساتھ اس روایت میں نہ نفست کا لفظ ہے
اور قراۃ بحرکت زبان تو آپ کے یہاں بھی غیر ممکن ہے جس کی تشریح کر چکے ہیں یہ ہیں
آپ کی روشن اور واضح دلیلیں ہاں یہ تو فرمائیے کہ آپ نے یہ جو صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے
ہرگز نہیں بلکہ سنیں عمل کریں اور امام کے پیچھے خاموش رہیں قرآت فاتحہ نہ کریں تاکہ
رحمت کے مستحق بنیں یہ بتلائیے کہ جن بزرگوں نے حنفی اور اہل حدیث افراد نے بلکہ
یہی حضرت الحسن بصری اور دیگر بالخصوص عظام جنہوں نے سورہ فاتحہ کا حکم دیا ہے
خصوصاً حضرت عمرؓ جیسا کہ طحاوی وغیرہ میں ہے جہری نمازوں میں تو کیا یہ لوگ قابل رحمت
و مستحق ہیں یا محروم ایمان داری سے فرمائیے کہیں۔ اب ہم آپ کی ان واضح روشنی
سے تو بحمداللہ فرصت پا چکے ہیں۔ غالباً آپ کی تمام روشنیوں کا تو جائزہ لے لیا ہے
اور جس سے سکوت اختیار کیا ہوگا وہ محض بے سروپا ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہ سمجھی

اسے یاد رکھئے اور آگے دیکھئے دو دلائل کا راز سنئے نمبر (۱) میں آپ نے امام احمد سے
آیت واذا قری القرآن کے نماز میں نازل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اول تو اس کی سند
بیان نہیں کی تاہم ہم نے مانا کہ امام احمد نے اجماع بیان کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی
اجماع ہے بھی یا نہیں حضرت ابن عباس اور عطا اور مجاہد اور سعید بن جبیر اس آیت
کا نزول خطبہ میں فرماتے ہیں دیکھو امام الکلام کے صفحہ ۸۳ و ۸۴ و ۸۸ اور کتاب القرأۃ امام
بیہقی اور ہم پہلے علامہ نسفی اور ملا جیون سے لکھ چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں الاصح فیھما یعنی
اصح بات یہ ہے کہ یہ آیت دونوں ہی امر میں اتری ہے کیوں صاحب اجماع اسی کا نام ہے
اور پھر جامع ترمذی کو اٹھا کر دیکھئے اس میں امام احمدؒ کا خلف الامام فاتحہ کے اختیار
کرنے کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ مجھے یہ بتائیے کہ امام احمدؒ نے اجماع کے خلاف کیوں کیا اجماع
کے خلاف کرنے والے کا آپ کے یہاں کیا حکم ہے خدا لگتی کہنا امام احمد کے فعل سے تو صراحتہ
واضح ہو رہا ہے کہ اجماع گو انہوں نے نقل کیا ہو مگر ان کے نزدیک اجماع صحیح ہی نہیں اگر
اجماع کو صحیح تسلیم کرتے تو اس اجماع کے خلاف ہرگز نہ کرتے انصاف سے کام لیں عصبیت
مذہبی کو سینہ سے نکال دو اور اس کا کفار مکہ کے بارے میں نازل ہونا کو بیسک فخر الدین
رازی نے کہا ہے اور سے لیجئے نمبر (۲) اس میں عبداللہ بن مغفل سے امام کی قرأت کے متعلق
نزول کو ذکر بحوالہ بیہقی کیا ہے۔ اس حدیث کو علی العموم احناف بیان کیا کرتے ہیں مگر کسی
نے بھی اس کی صحت کسی مستند امام سے بیان نہیں کی مگر سنئے یہ روایت صحیح ہی نہیں۔
اس میں ایک راوی ہشام بن زیاد بن ابی یزید ابو المقدام بھی ہے اور وہ متروک ہے
امام ذہبی نے میزان میں لکھا ہے اس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا۔ امام نسائی نے
متروک کہا۔ ابن حبان نے کہا ثقات سے بناوٹی روایتیں روایت کرتا تھا۔ امام بیہقی

نے خود اس کی سند کے متعلق فیصلہ فرما دیا ہے صفحہ ۷۶ میں لیس بالقوی قوی نہیں
مگر یاروں نے بات بنانے کی غرض سے چھپا رکھا اس سے اعلیٰ درجہ کی روایت حضرت
عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی لیجئے جسے امام بخاری نے اپنی جزءالقراءت کے صفحہ ۸ اور امام بیہقی
نے کتاب القراءت کے صفحہ ۹۹ میں روایت کیا ہے عمر بن سحیم قال کان عبداللہ
ابن مغفل المزنی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا ان نقرأ خلف
الامام فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ و
فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یعنی عمر بن سحیم کہتے ہیں عبداللہ بن مغفل مزنی صحابی
رسول ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ
اور کوئی سورہ پڑھا کریں اور پچھلی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔ مولانا
ذرا خدا لگتی۔ ایمان کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمائیے ان کا اپنی روایت کے خلاف کرنا
حنفیہ کے نزدیک کیا حکم رکھتا ہے۔ اصول میں دیکھ کر بتلائیں۔ نمبر (۳) میں آپ
نے حضرت ابن مسعود کی روایت بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ نقل کی ہے۔ اولاً تو یہ روایت
صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابن مسعود سے جو روایت کرتا ہے وہ راوی مجہول ہے گمنام
ہے اور پھر عن کے کلمہ سے روایت کرتا ہے اور آپ بذات خود صفحہ ۱۴ میں روایت مشکوک
و مدلس ہونے پر اظہار غیظ و غضب فرما چکے ہیں۔ اگر آپ کو یاد ہو تو خیر شکے۔ حضرت
ابن مسعود سے امام بخاری کی جزءالقراءت کے صفحہ ۸ میں ہے۔ ابو مریم کہتے ہیں
سمعت ابن مسعود یقرأ خلف الامام یعنی میں نے ابن مسعود کو امام کے پیچھے پڑھتے سنا ہے
اور طحاوی کے صفحہ ۱۲۳ جلد اول میں ہے۔ یہی ابو مریم اسدی صحابی فرماتے ہیں۔
سمعت ابن مسعود یقرأ فی الظہر میں نے ابن مسعود کو ظہر میں پڑھتے سنا ہے۔ یہ ہیں

آپ کے ابن مسعود صاحب۔ دیکھ لیا؟ اب گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیے۔ آگے چلیے۔
نمبر(۱۴) میں آپ جابرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں" جابرؓ نے کہا جو کوئی نماز میں سورہ فاتحہ نہ
پڑھے اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی اگر مقتدی نماز میں سورہ فاتحہ نہ
پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔ مولانا حضرت جابرؓ کی روایت میں تو اولاً سورۃ فاتحہ
کو بالخصوص لازم قرار دیا۔ فرض کہئے یا واجب آپ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کے
یہاں سورۃ فاتحہ کی خصوصیت نہیں۔ مطلقاً قرأت آپ کے ہاں ہے سب سے پہلے
آپ حنفی مذہب سے علیحدگی اختیار کیجئے ورنہ جابرؓ کی بات کو قبول کیجئے۔ مولانا جس حدیث
کو آپ نہ مانیں دوسروں کو منوانے کی فکر کریں؟ یہ تو عقلمندوں کی باتوں سے کوسوں
دور ہے۔ پہلے آپ ان کی باتوں کو قبول کرلیں پھر دوسروں کو منوانے کی فکر کریں۔
اب دوسرے جملہ کے متعلق بھی سنئے۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے تاہم
اس حدیث کے ہوتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اختار احمد مع هذا القرأة خلف الامام
وان لا يترك رجل فاتحة الكتاب وان كان خلف الامام دیکھو جامع
ترمذی کے صفحہ ۴۲ اور خود حضرت جابر کی روایت ملاحظہ ہو ابن ماجہ کے صفحہ ۶۱ میں
حضرت جابرؓ سے کہ کنا نقرأ فی الظهر والعصر خلف الامام الخ یعنی ہم ظہر اور
عصر میں امام کے پیچھے دو پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورتیں اور پچھلی
دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ ہی پڑھتے تھے علامہ سندھی حنفی نے کہا هذا اسناد صحیح
رجاله ثقات اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ راوی تمام ثقہ ہیں۔ امام بخاری کی جزء القرأۃ
کے صفحہ ۷ میں حضرت جابر کے مولیٰ فرماتے ہیں قال لی جابر بن عبد الله اقرأ
فی الظهر والعصر خلف الامام یعنی مجھ سے جابر بن عبد اللہ نے کہا تم تو ظہر اور عصر

میں قیام کے پیچھے پڑھا کرتے یعنی بالکل چپ شاہ مت ہونا۔ فرمائیے مولانا جی صاحب اب آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ جابرؓ کی بات اب مانتے ہو یا وہ بھی غدار ہو گئے۔ صحابہؓ تو حضورؐ کے خلاف نہیں کہا کرتے تھے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۵ کو مکرر ملاحظہ فرمالیں اور پھر کلیجے اب نمبر ۵ کو لیجئے اس میں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے موطا سے جزء القراۃ امام بخاری کے صفحہ ۹ میں ملاحظہ ہو سئل ابن عمر عن القراۃ خلف الامام فقال ما کنا نری بأسا ان نقرا بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ یعنی حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرات سے پوچھے گئے جواب میں فرمایا صحابہ کرام جی میں سورۃ فاتحہ پڑھنے میں کوئی ڈر نہیں سمجھتے تھے اس کتاب کے اسی صفحہ میں ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر کو مکہ مکرمہ میں دریافت کیا کہ کیا میں نماز میں قرات کروں جواب دیا کہ میں تو اس گھر والے سے شرماتا ہوں کہ کوئی بھی نماز بے پڑھے سورۃ فاتحہ پڑھے پڑھوں۔ کنز العمال کے صفحہ ۹۶ جلد ۴ میں ابن عمر سے ہے ومن کان مع الامام فلیقرا قبلہ واذا سکت جو نماز امام کے ہمراہ پڑھے اسے چاہئے کہ اس سے پہلے اور جس وقت سکتہ کرے پڑھے یہ حدیث عبدالرزاق نے بیان کی اور کہا حسن یہ حدیث حسن بھی ہے۔ اب ان کے والد خلیفہ ثانی عمر فاروق کی سنئے وہ کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو طحاوی کے صفحہ ۱۲۹ جلد اول جزء القراۃ امام بخاری صفحہ ۷ یزید بن شریک ابو ابراہیم تیمی کہتے ہیں میں نے عمر بن خطابؓ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے اقرا قلت وان کنت خلفک فقال وان کنت خلفی قلت وان قرات قال وان قرات یعنی میں نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہوں تب بھی جواب دیا اگرچہ میرے پیچھے بھی ہو پھر میں نے کہا اگرچہ آپ قرات کر رہے ہوں تب بھی فرمایا اگرچہ میں پڑھو

۔ہاہوں تب بھی متن دارقطنی کے صفحہ ۱۲۰ میں اور سنن بیہقی اور کتاب القرات
امام بیہقی میں اتنا اور بھی ہے وان جہرت قال وان جہرت بھی آپ زور سے
نماز پڑھاتے ہوں تب بھی فرمایا تب بھی امام دارقطنی فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح اس
حدیث کی سند صحیح ہے آپ کے نمبر (۶) کا یہی جواب ہو گیا حضرت عمر فاروق کے سامنے
ان کے صاحبزادے کی آپ ہی فرمایئے کیا حیثیت ہونی چاہیئے ۔ اب لیجئے نمبر (۷) کا سن لیجئے
جیسے اپنے شرح معانی الآثار سے نقل کیا ہے طحاوی کی حدیث فلا تفعلوا تک ہی ہے یہ
حدیث امام طحاوی نے مختصر روایت کی ہے پوری روایت نہیں بیان کی یا تو ان کو جن
استادوں سے ملی ہے ان کے پاس ہی اسی قدر تھی یہ حدیث اسی سند سے امام بخاری کی جزا
القرات کے صفحہ ۲۸ - امام بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور حاکم نے اسی سند سے پوری بیان
کی ہے فلا تفعلوا کے بعد ولیقرا احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ نہ کرو کے بعد یہ بھی
ہے کہ چاہیئے کہ ایک تمہارا پڑھے سورہ فاتحہ آہستہ جی میں مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی
کتاب سعایہ شرح شرح وقایہ کے صفحہ ۳۰۳ جلد ۲ میں فرمایا فانہ رواہ ابن حبان
فی صحیحہ وزاد فی اخرہ ولیقرا احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ نعلم ان روایۃ
الطحاوی مختصرۃ والحدیث یفسر بعضہ بعضا یعنی اس طحاوی کی حدیث کو ابن
حبان نے بھی روایت کیا ہے اس میں فلا تفعلوا کے بعد ہے ولیقرا یعنی چاہیئے کہ پڑھے
ایک تمہارا سورہ فاتحہ آہستہ جی میں اس سے معلوم ہو گیا کہ طحاوی کی حدیث مختصر ہے ایک
حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے زیلعی حنفی نے بھی نصب الرایہ تخریج احادیث
ہدایہ میں اسبات کا اقرار کیا ہے امام بیہقی کتاب القرات کے صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں۔
قال لنا ابو عبد اللہ الخ یعنی ہم سے ہمارے استاذ ابو عبد اللہ حاکم نے کہا کہ یوسف

بن علاوہ ازیں راوی تلحادی کا ہے اسی سے ان کے استاذ نے یہ حدیث لی ہے جس نے اس
حدیث کو مختصر کر دیا ہے ورنہ یہ حدیث کامل اکمل وہی عبد اللہ بن جعفر رقی اور یحی بن یوسف
زی اور مخلد بن حسین نے عبید اللہ بن عمر ورقی سے روایت کیا ہے یہ روایتیں کتاب القرات
امام بیہقی جزء القرات دار قطنی وغیرہ میں موجود ہیں اس حدیث سے استدلال کرنا ایسا ہے
جیسے کوئی کہے نماز مت پڑھو قرآن میں ہے لاتقربو الصلوٰۃ نماز کے نزدیک بھی مت جاؤ
مگر آگے کوئی نہیں دیکھتا کہ کیا ہے حضرت انسؓ خود امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرماتے تھے
دیکھو کتاب القراۃ امام بیہقی کے صفحہ ۶۸ ثابت کرتے ہیں کان یامرنا بالقراۃ خلف
الامام ہم کو امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں آن کے پہلو میں کھڑا ہوتا تو آپ ہمیں
اپنی قرات بھی کچھ سناتے آپ صفحہ ۲۷ میں ایک روایت اس طرح لکھتے ہیں "بروایت حضرت
عبد اللہ بن العزیز امام کی قرات پر خاموش رہو حوالہ جزء القراۃ بخاری عبد اللہ بن العزیز
کون ہیں اور پھر عبارت امام کی قرات پر خاموش رہو کیا فصاحت ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان
کی اپنی جہالت کی بنا پر شاید اپنی لکھی بات بھی سمجھ میں نہ آتی ہو خیر ہم اس سے بھی درگذر
کرتے ہیں مگر انہیں تو شرم کے نقاب کو پھاڑنا نہیں چاہئے۔ آپ کی غرض اس تحریر سے حضرت
عبد اللہ بن الزبیرؓ ہوئے۔ چاہئے اب سن لیں امام بخاری کی جزء القرات کے صفحہ ۶ میں ہے

قال مجاهد اذا لم يقرأ خلف الامام اعاد الصلاة وكذلك قال عبد الله

ابن الزبیر یعنی مجاہد کہتے ہیں جب امام کے پیچھے قرات نہ کی گئی ہو تو نماز کو دہرا دے اسی
طرح عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے صفحہ ۵ میں عبد اللہ بن الزبیرؓ کا ظہر
عصر میں پڑھنے کا حکم بالتصریح موجود ہے۔ شیخ جی یہ کوئی بٹن کی دوکانداری تو ہے نہیں کہ
آپ دھوکہ دے سکیں۔ آپ نے جزء القرات کا حوالہ مع صفحہ کیوں نہیں دیا۔ آپ نے آبلہ فریبی

سے کام لیا ہے۔ خدا ہی آپ کو سمجھے۔ خیر اب اپنے نمبر (۸) کی سنئے۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کا دوڑ کر رکوع میں شامل ہونا لکھتے ہیں۔ شیخ جی یہ ابو بکرؓ صدیق نہیں ہیں ابو بکرؓ صحابی ہیں آپ اس کے اخیر میں صفحہ ۲۸ پر یوں گویا ہوئے کہ "جبکہ حکم فاتحہ کا عام تھا تو رکوع کی رکعت کو فاتحہ سے کیوں مستثنیٰ کیا گیا۔ شیخ جی آپ کے یہاں قیام فرض ہے مگر بالکل رکوع میں امام صاحب کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہوگیا تو اس کی رکعت بے کھٹکے ہوگئی اب آپ یہ فرمائے کہ قیام فرض رہا یا اس کی فرضیت جاتی رہی اور کیا فرض کے ترک سے نماز ہوگئی یا ہو جاتی ہے سوچکر جواب دیں قیام فرض کیوں ترک آپ کے امام کراتے ہیں اہل حدیث تو حضور کے فرمان کو تسلیم کرنے والی جماعت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا من ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ ترجمہ اس کا حسب ارشاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دیکھو حجۃ اللہ، ورمصفی یعنی جسنے رکوع پایا اس نے رکعت پالی اور یہی حنفی آپ کے یہاں بھی لئے جاتے ہیں مجمع البحار دیکھیں تاہم یہ مسئلہ تمام اہل حدیثوں کے یہاں تو نہیں ہے جو مانتے ہیں۔ مانتے ہیں وہ بھی اپنی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بنا پر اور جو نہیں مانتے وہ عمداً حضور کے فرمان کو رد کرتے ہوئے نہیں بلکہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی بنا پر حدیث کے اوپر عمل کرنے نکرنے کو آپ کے اصولوں نے بھی جائز ثابت کیا ہے ورنہ شافعی اور حنفی وغیرہ مورد عتاب ہونگے سوچ کر مجتہدوں پر آپ مقلد ہوکر حملہ کی فکر کریں۔ سچ ہے۔

دھن رسے و حقنیا اپنی دھن۔ آپ کو اپنی خبر رکھنا چاہئے۔ اب آپ اپنے قیام کی خیر منائیے اور پھر آگے قدم اٹھائیے۔ اگر کچھ حیا کا مادہ ہے تو اب اپنے نمبر (۹) کی سنئے۔ اس میں آپ نے ابو ہریرہ کی روایت واذا قرا فانصتوا بیان کی ہے۔ انصتوا

کے صحیح اور غیر صحیح کی بحث کو ہم چھیڑنا نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ یہ ایک علمی بحث ہے
اور شیخ صاحب تو محض متن کے تاجر ہیں انہیں اس بحث سے کیا غرض ہم اس کو آسانی
سے سمجھا دیتے ہیں حضور نے فرمایا جب پڑھے اس وقت چپ رہو ہم بھی اس کو فراخدلی
سے تسلیم کرتے ہیں۔ ہم بھی تو یہ نہیں کہتے کہ امام پڑھتا ہو اس وقت بھی تم پڑھا کرو امام
کے پڑھنے میں خلل نہیں ڈالنا چاہیئے۔ سنیئے آپ کے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم تعلیق الممجد
کے صفحہ ۷۹ میں فرماتے ہیں اس حدیث کو لکھکر قلت هو لا یدل الا علی عدم
جواز القراءة مع قراءة الامام فی الجهرية لا علی امتناع القراءة فی
السرية او فی الجهرية عند سکتات الامام یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث
صرف امام کی قرات کے ساتھ ساتھ جہری نماز میں پڑھنے کی ممانعت پر ہی دلالت کرتی ہے
سری نماز یا جہری میں امام کے سکتوں میں منع ہونے پر تو دلالت نہیں کرتی اپنے امام الکلام
میں ایک عمدہ بحث اس کے متعلق حوالہ قلم کی ہے وہاں دیکھ لیں صفحہ ۱۵۵ میں۔ یہ
فیصلہ فرماتے ہیں واثبات وجوب السکوت مطلقا من هذا الاحادیث
وکذا من الایة وان قال به جمع من اصحابنا عند التنازع لکنه لا یخلو
عن تکلف و تعسف۔ ان حدیثوں اور آیتوں سے مطلق خاموشی کے ثبوت پر
دلیل پکڑنا تعسف اور تکلف سے خالی نہیں۔ آپ اپنی مراقی الفلاح کو قدرے اٹھاکر
ملاحظہ فرمائیں ولیسن مقارنة احرام المقتدی لاحرام امامه عند
الامام لقوله صلی الله علیه وسلم اذا کبر فکبروا لان اذا للوقت حقيقة
یعنی امام کی تکبیر کے ساتھ ساتھ ہی مقتدی کی تکبیر بھی امام صاحب کے نزدیک ہونا چاہیئے
حضور کے اذا کبر فکبروا کے ارشاد کی وجہ سے اس لئے کہ اذا حقیقت میں وقت کے لئے ہے

طحاوی کے صفحہ ۱۲۸ میں اس کی یوں تشریح کرتے ہیں فیقدیر الحدیث فکبروا
اذا من تکبیر الامام وانما تستعمل للقراٰت ایضا کما فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
واذا قرأ فانصتوا وکذا قولہ تعالیٰ واذا قری القراٰن فاستمعوا لہ الآیۃ حیث
یجب الاستماع والانصات زمن القراۃ لا بعدھا یعنی اس حدیث کی
اصل یوں ہوئی کہ تم تکبیر امام کے تکبیر کہنے کے زمانہ میں کہو اور حرف فاء اتصال کے
لئے بھی مستعمل ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد واذا قرأ فانصتوا اور
ارشاد باری تعالیٰ واذا قری القراٰن فاستمعوا لہ الآیۃ میں ہے اس لئے کہ اسمیں
سننا اور خاموشی اختیار کرنا پڑھنے ہی کے زمانہ میں ہے بعد میں نہیں۔ لیجئے بہت
شور سنتے تھے سینہ میں دل کا۔ جو چیرا تو فقط ایک قطرہ ہی خون کا نکلا۔ یہ آپ کے تمام
کال الکمل رسالہ کا جواب ہے جو آپ کے طحاوی صاحب نے دیا ہے۔ اب بھی تیل میں
سے مکھی نکلنے کی ہمت کریں گے۔ حضور کا ارشاد گرامی بالکل صحیح ہے اذا لم تستحی فافعل
ماشئت حضرت ابوہریرہ رض تو خود امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے قائل ہیں اب فی نفسک کو
بھول گئے پھر سے اپنے نمبروں کی خبر لیں۔ اب آگے چلئے آپ کے نمبر (۱۰) کی سنئے آپ نے اس میں حضرت
جابر رض کی ایک شخص کے سورہ اعلیٰ پڑھنے اور اسے امام کی قرأت کے کافی ہونے کی بات فرمانے
کا ذکر ہے۔ دار قطنی سے آپ کا مقصد اس کے بیان سے وہی ہے جو ان کے دوسرے بھائیوں
کا ہے یعنی کہ امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور بس شیخ جی نے تو وہی اپنی دوکانداری
کی چال اختیار کی ہے مال کا عیب خریدار کو نہیں بتانا چاہئے اگر اپنے اصل دار قطنی سے یہ
حدیث نقل کی ہو تو آپ نے ترجمہ کیا امام دار قطنی الحدیث کے اخیر میں بانگ وصل تحریر فرماتے
ہیں ابو الولید ھذا مجھول ولم یذکر فی ھذا الاسناد جابر غیر ابی حنیفۃ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید راوی ہیں اور وہ مجہول ہیں اس سند میں اس شخص
کے موجود ہوتے ہوئے سوائے ابوحنیفہ کے جابرؓ کا نام نہیں لیا پھر دوسری سند بیان
کر یوں لکھتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی جابر صحابی کا نام نہیں چاہیئے۔
یہ ہیں آپ کے کارنامے زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں
حضرت جابر کا نام ابوحنیفہ ہی نے لیا ہے۔ اس حدیث کو جریر اور سفیان بن عیینہ سفیان
ثوری ابوالاحوص شعبہ زائدہ زہیر ابوعوانہ ابن ابی لیلی قیس، شریک وغیرہ نے بھی
روایت کیا ہے مگر ان سب ہی نے اس حدیث کو بلا ذکر نام حضرت جابر روایت کیا ہے
ہاں حسن بن عمارہ ایک ہیں کہ جنہوں نے امام صاحب کی طرح حضرت جابر کا نام ذکر کیا ہے
مگر وہ ضعیف یعنی وہ تو سب میں زیادہ ضعیف ہیں۔ امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار
میں اور کتاب القرات کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے۔ امام صاحب کے شاگردوں میں سے عبداللہ
بن المبارک نے سفین اور شعبہ اور امام صاحب اور وکیع جو کہ امام صاحب کے شاگرد سمجھے
جاتے ہیں اور ابونعیم اور اسحٰق اور عبدالرزاق وعبیداللہ عارنی ابوداؤد حفری ان سب نے
مرسل ہی روایت کی ہے وکیع اور عبداللہ بن المبارک اور عبدالرزاق امام صاحب کے شاگرد
تصور کئے جاتے ہیں یہ ہستیاں تو کہتی ہیں کہ امام صاحب نے بھی مرسل ہی روایت کیا ہے۔ یہ
ان کے تلامذہ بالاتفاق ثقہ ہیں اور جنہوں نے امام صاحب سے جابر کا نام بیان کیا ہے
وہ ضعیف بلکہ انتہا درجہ کے حدیث میں ضعیف تھے انھوں نے ہی ان کا نام ان سے
بیان کیا ہے۔ بتائیے کہ ثقہ کی سُنیں یا پھر پھر لوگوں کی سنیں انصاف سے کہئے اور حضرت
جابرؓ تو خود امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل ہیں۔ ابن ماجہ وجزء القرات سے آپکو پہلے آگاہ
کردیا گیا ہے۔ اب آپ نے نمبر (۱۱) کو لیجئے اور سنئے اس میں آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضہ

کی حدیث آمین کی لکھی ہے مسلم سے آپ کی غرض اس کے لکھنے سے سورہ فاتحہ پر کی ہے مگر اس میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے نہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں البتہ ان کی سی روایت کے بعض لفظوں میں واذا قرأ فانصتوا۔ آیا ہے جس کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اس روایت سے یہ بات ضرور ملتی ہے کہ امام آمین نہ کہے مقتدی کہے جیسا کہ امام صاحب کا مذہب ہے مگر حنفیوں کے امام محمد اور امام یوسف کا یہ مذہب نہیں وہ اس حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں تسلیم کرتے لہذا آپ خود اپنے صاحبین سے اس حدیث کو منوالیں موطا امام محمد اٹھا کر دیکھ لیں اس میں تو مطلق قرات کا بھی ذکر نہیں۔ اس حدیث کو سورہ فاتحہ کے پڑھنے نہ پڑھنے سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں فضول لوگوں کا وقت ضائع کیا ہے۔ اب آپ اپنے (۱۲) کی سنئے ابن عباس کی وہ حدیث کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں آکر ملنا بیان کیا ہے ابن ماجہ مسند احمد سے ذکر کیا ہے سنئے اس حدیث کے روایت کرنے والے ابن عباس ہیں، اس میں تو کوئی کلام نہیں ابن عباس حضور کی وفات کے بعد امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا بڑے زور لسے فتویٰ دیتے تھے۔ دیکھو آپ کی طحاوی شریف کے صفحہ ۱۲۱ جلد اول میں ہے۔ اقرأ اخلف الامام بفاتحۃ الکتاب فی الظہر والعصر آپ اپنے شاگرد سے کہتے ہیں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ کتاب القرات امام بیہقی کے صفحہ ۱۳۷ میں ہے حریث کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اقرأ اخلف الامام بفاتحۃ الکتاب امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح لاغبار علیہ اس حدیث کی سند صحیح ہے کوئی اس پر غبار نہیں صفحہ ۴۹ میں عطار امام صاحب کے استاذ سے ہے۔ لا تدع فاتحۃ الکتاب جہر الامام اولم

یلجھر یعنی عطا کہتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا سورہ فاتحہ مت چھوڑ خواہ امام زور سے پڑھتا ہو یا نہ اور حنفیہ کے اصول کا مسئلہ ہے کہ راوی کا اپنی مروی عنہ سے خلاف کرنا حدیث کو حجت سے گرا دیتا ہے اس لحاظ سے گئی یہ حدیث حنفیوں کے لئے قابل حجت نہیں مگر بے حیائی کا کیا علاج ہو حنفیہ کے ایک بڑے حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندی صاحب نے الفرقان کتاب لکھی ہے اسمیں اس ایک حدیث کو سات کتابوں سے نقل کر کے سات ہی دلیلیں بتائیں حالانکہ راوی ایک حدیث ایک پھر سات دلیلیں کیسے ہوگئیں بس کسی طرح عوام میں ایک رعب کا بیٹھانا کہ ہمارے پاس اتنی دلیلیں ہیں خیر یہ حدیث طحاوی شریف میں بھی ہے اس حدیث کے سب سے پہلے مخالف آپ کے امام محمد ہی رح کہتے ہیں کہ اسحدیث میں حضور نے دو کام کئے ہیں کہ بالاتفاق مسلمانوں کے کسی کو جائز نہیں (۱) قرات کا شروع کرنا جہاں سے پہلا امام پہونچا ہو (۲) (۱) کا مقتدی ہو جانا ایک ہی نماز میں امام محمد فرماتے ہیں یہ باتیں آپ کے ساتھ خاص تھیں۔ پر شیخ جی اب کہئے آپ کی درمختار میں لکھا ہے۔ خلیفہ بنانا نماز میں اسی صورت میں جائز ہے کہ امام کو مقدار فرض قرات میں حصر یعنی رکاوٹ پیدا ہو جاوے جیسے ابو بکر کا یہ واقعہ ہدایہ باب الحدث فی الصلوۃ میں ہے۔ ولو قرامقدار ما تجوز بہ الصلوۃ لا یجوز بالاجماع بعدم الحاجۃ الا استخلاف یعنی اگر امام مقدار فرض قرات کر چکا ہو تو پھر اس کے بعد بالاجماع خلیفہ بنانا جائز نہیں حنفیہ کے یہاں قرات کی مقدار تین آیتیں ہیں آپ کے یہاں تو فرض کی مقدار سے کم ہی قرات تو ابو بکر کی تھی پھر آپ کا اعتراض کیسا اور اگر مان لیں کہ حضور کی فاتحہ پوری ہوگئی تھی تو آپ تو امام ہوئے۔ کیا امام پر فاتحہ اب منسوخ ہوگئی

اب امام کو آپ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی؟ ایمانداری سے کہئے یہاں دو کا مداری کا کام نہیں ہے سوچکر جواب دیں۔ آپ کا یہ فرمانا صفحہ ۳۰ میں یہ ترک فاتحہ کلیتہ یا جزاً آپ نے کیوں اختیار فرمائی اور دو رکعت بلا فاتحہ کے کیسے درست ہوئی" آپ یا تو حضور اقدس ہی سے سوال کرلیں یا قیامت میں کرلینا یا اپنے فقہا سے کریئے ان سے کہئے۔ اب امام بھی تو سورہ فاتحہ امامت کی حالت میں چھوڑ دیا کریں اب اپنے نمبر دس کی سنیں۔ آپ اس میں حضرت جابرؓ کی ظہر و عصر میں قرأت سے ممانعت کی حدیث فتح القدیر وغیرہ سے بیان کرتے ہیں صرف نمبر بڑھانے کی خاطر ورنہ اس کی تو آپ کو ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ حضرت حضرت جابر کا ارشاد گرامی امام کے پیچھے پڑھنے کا بھی ہم لکھ چکے ہیں تاہم جزء القراۃ امام بخاری کے صفحہ ۵۰ اور ابن ماجہ وغیرہ دیکھو زیادہ وضاحت معلوم کرنا ہو تو کتاب القرات امام بیہقی کے صفحہ ۶۷ کو ملاحظہ فرمالیں۔ اب آپ نمبر (۱۱) کی سنیں اس میں آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کی ہے۔ امام بیہقی کی کتاب القرات سے مگر اس میں ممانعت کا تو ذکر نہیں ہے۔ صرف کفایت کرنے کا آپ نے فرمایا ہے۔ ہم حضرت علیؓ سے پہلے طحاوی وغیرہ سے لکھ چکے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔ آپ نے چونکہ امام بیہقی کی کتاب القرات سے روایت نقل کی ہے۔ آپ نے تو اصل سے کیا نقل کی ہوگی۔ مکھی پر مکھی ماری ہوگی تاہم خیر آپ کو ہم اس کتاب کے حوالہ سے آپ کو بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت جابرؓ یہ دونوں کہتے ہیں یقرأ الامام ومن خلفہ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ یعنی امام اور مقتدی

دونوں ہی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے اور پچھلی دو رکعت میں فقط سورہ فاتحہ دیکھ لیا شیخ صاحب اب آپ کو کیا چاہئے۔ انمطے کو دوا لکھیں اب نمبر (۱۵) کو ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس میں بحوالہ کنز العمال حضرت ابن مسعود سے روایت بحوالہ خطیب لکھی ہے۔ جس کا آخری مضمون یہ ہے۔ اس واسطے کہ امام کی قرات اس کے لئے قرارت ہے اور امام کی نماز اس کے لئے نماز ہے۔ شیخ صاحب نے روایت تو نقل کر دی مگر بے سمجھے اس میں یہ بھی تو آپ نے نقل کیا ہے کہ امام کی نماز اس کے لئے نماز ہے۔ پھر مقتدی کو اب نماز کی کیا ضرورت رہی۔ امام جی ہی پڑھ لیا کریں نہ رکوع میں دعا کریں نہ تشہد پڑھیں نہ درود وغیرہ۔ بس آپ تو اب منہ کو تالا لگا کر ریل کے ڈبے کی طرح گھسٹے ہی پھریں۔ آیندہ سے یہ سب ترک کر دینا کیوں صاحب ایسا کریں گے؟ یا آپ کے مولویوں سے کرائیں گے؟ پھر تو آپ بڑے ہی بہادر ہونگے میں آپ کی داد دوں گا۔ اب نمبر (۱۶) کی سنئے آپ اس میں ابن حبان کی کتاب الضعفاء کے حوالہ سے حضرت زید بن ثابت سے ایک موضوع روایت اس طرح کی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز ہی نہیں۔ شیخ صاحب نے لکھی پر کبھی ماری ہے امام زیلعی اپنی تخریج احادیث ھدایہ کے صفحہ ۲۳۴ جلد اول میں لکھتے ہیں قال ابن حبان ھذا الحدیث لا اصل لہ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بے اصل ہے صحیح مسلم میں ان کا قول اس طرح مروی ہے۔ لا قرأۃ مع الامام یعنی امام کے ساتھ قرأت کرنا جائز نہیں۔ آپ اپنے صفحہ ۲۲ میں ملاحظہ ہو اب مطلع صاف ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القرأت کے صفحہ ۷ میں حضرت زید

والی مرفوع روایت کو غیر صحیح ثابت کیا ہے ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
نے تعلیق الممجد کے صفحہ ۸۰ میں ابن عبدالبر سے حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے
کہ وہ فرماتے ہیں من قرأ خلف الامام فصلاتہ تامۃ یعنی جو امام کے پیچھے پڑھے
اس کی نماز کامل پوری ہے یہ بھی اس حدیث کی تردید کرتی ہے اب نمبر (۱۷) کی سنئے
اپنے عینی کے حوالہ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام
کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے امام الکلام کے
صفحہ ۱۳۲ میں اس کا اچھا خلاصہ کر دیا ہے اپنے عینی کی بات لکھکر فرمایا۔ انہ یعارضہ
ما ذکرہ فی الباب الاول ان عمر ممن اجاز القراۃ خلف الامام یہ
عینی والی روایت معارض ہے اس روایت کے جس میں ہے عمرؓ جواز قراۃ خلف الامام کے
قائلین سے ہیں۔ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ طحاوی نے بھی حضرت عمرؓ سے امام کے پیچھے کا فتویٰ
بیان کیا ہے پھر موسیٰ بن عقبہ ایک چھوٹا طبقہ کا تابعی ہے۔ اس کی خلفاء سے ملاقات
ہی نہیں حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ حضرت عثمانؓ تینوں سے امام رازی نے اپنی
تفسیر میں اور نیسا پوری نے اپنی تفسیر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مذہب بیان
کیا ہے بلکہ خازن سے بھی معلوم ہوا کہ عینی کی روایت بے تکی ہے اس کا کوئی اعتبار
نہیں ورنہ طحاوی غیر معتبر آپ کو کہنا پڑے گا۔ اس کے بعد آپ ابن عمر اور جابر کو مکرر
اچھالتے ہیں صفحہ ۳۲ میں یہ آپ کی ناواقفی اور بے تعلقی تصانیف پر دال ہے
ان دونوں کے اقوال کے جوابات آپ سن چکے ہیں دیکھ چکے ہیں۔ اب آگے اپنے نمبر (۱۸)
کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ حضرت عبادہ والی روایت فجر میں ابو نعیم کا خاموش ہو جانا
بیان کر کے سوال کرتے ہیں۔ اس طرح کہ جماعت میں سنکڑوں یا ہزاروں کی تعداد

ہوگی۔۔ لیکن کسی نے بھی حضرت عبادہ کی تائید نہیں الخ شیخ جی اسی کا نام ہے
ادلتا چور کتوال کو ڈانٹے اس کو تو آپ کے یہاں اجماع سکوتی کہتے ہیں یہ مسئلہ تو
اب اجماعی ہوگیا۔ اگر کسی میں ہمت ہوتی یا کسی کے پاس کوئی مستند دلیل ہوتی تو تمام
خاموشی کیوں اختیار کرتے برابر انکار کرتے اور کہتے کہ یہ بات تمہاری غلط ہے مگر جب
سب ہی کے نزدیک حضرت عبادہ کا یہ کہنا مانا ہوا تھا یا ان کا کہنا مدلل معلوم کرتے
ہوئے سب نے چپ اختیار کر لیا۔ یہی تو اذہما ما تھا بھی یہی تو مفہوم ہے ان میں
سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا ثابت نہ ہونا ہی ایک اٹل بات ثابت ہوگئی۔ ایمان
داری سے خدا لگتی کہیں نیز اور نفسانیت کو ترک کردیں۔ سچ ہے۔ ع
ہم الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا۔ شیخ صاحب اپنے جن صحابہ تابعین
کا نام ادھنالا ہے وہ تو امام کے پیچھے پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ آپ پہلے دیکھ
چکے ہیں۔ کچھ تو حیا کو نزدیک آنے دیں۔ اب آگے اپنے نمبر (۱۹) کو ملاحظہ ہو آپ نے
عینی کے حوالہ سے اسی صحابہ سے امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت نقل کی ہے مولانا
عبدالحی لکھنوی نے امام الکلام کے صفحہ ۱۶۱ میں کہ فلیس بمستند لسندہم
ان السبذموتی مجروحا عند المحدثین مع ان الثابت عن کثیر منہم
خلاف ذالک یہ بات کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے ہذا اس کا نقل کرنے
والا سبذموتی محدثین کے نزدیک مجروح ہے بلکہ ان صحابہ میں سے اکثر سے
اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور فرماتے ہیں صفحہ ۱۹۱ میں
کہ وما ذکرہ السرخسی ومن تبعہ ان فساد الصلوۃ مذہب عدۃ
من الصحابۃ لیقال لہ ای صحابی قال بھذا اوای مخرج خرج ھذا اوای

راوی هذا ومجرد نسبته الیهم ما نشاهم من دون سند مسلسل محتج برواته مما لا یعتد به او روه جو سرخسی اور اس کے پیروکاروں نے بیان کیا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز فاسد ہونا کئی صحابہ کے مذہب سے ہے اس سے کہا جاوے کہ وہ کون سا صحابی ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کون سا محدث ہے کہ جسنے اس کو روایت کیا ہے۔ کون سا راوی ہے کہ جس نے اس روایت کو روایت کیا ہے مجرد ان کی طرف سے نسبت کر دینے بلا سند معتمد قابل اعتماد نہیں۔ صفحہ ۱۶۱ میں لکھتے ہیں والنما مسلم ان کثیرا مما ذکرہ الفقهاء من دون سند مستند کقول شمس الائمة السرخسی یعنی بہت سے باتیں ایسی ہیں کہ اس کو فقہا نے بلا دلیل ذکر کیا ہے جس طرح شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا کہ نماز کا فاسد ہونا کئی صحابہ کے مذہب سے مروی ہے اور عینی کا کہنا کہ منع اسی صحابہ سے مروی ہے اور ان ہی کے اقوال اگرچہ ان کو بڑے بڑے فقہاؤں نے نقل کئے ہیں لیکن اکثر ان میں محدث نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے معتبر سندوں سے روایت کیا کہ جس کا دین میں اعتبار ہو اور نہ ہی کسی حدیث معتبر کی طرف نسبت کیا کہ دل کو تسلی بھی ہو دینی امور میں شیخ صاحب یہ ہے حقیقت ہم حضرت عمر اور عبد اللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ سے پڑھنا بیان کر چکے ہیں جو صریح ان روایتوں کے بے اصل اور من گھڑت ہونے کو واضح کرتے ہیں۔ طحاوی کا نام صفحہ ۳۳ میں آپ نے فضول لیا وہ بیچارے ایسی باتوں سے بری ہیں یہ آپ جیسوں کی حرکت ہے آپ نے نمبر (۲۰) میں بھی وہی بات دہرائی ہے۔ سبذمونی والی روایت کہ جس کا ہم جواب اوپر لکھ آئے ہیں۔ سبذمونی کا نام عبد اللہ بن محمد بن یعقوب فقیہ حارثی سبذمونی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے یہ متہم بالوضع ہے حدیثیں بناتا تھا۔ مولانا عبد الحی

لکھنویؒ نے غیث الغمام کے صفحہ ۱۶۱ میں پوری جرحیں نقل کی ہیں۔ شیخ صاحب
آپ تو محمد بن اسحٰق کی تدلیس کو روتے تھے۔ یہاں حدیثوں کے بنانے والے سے
آپ کی طبیعت نے کیسے گوارا کیا ہوگا۔ حدیث بیان کرنا صحیح ہے حبک الشئ یعمی
ویصم۔ دوسروں کی آنکھ کا معمولی تنکا تو نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھوں کا شہتیر بھی
نظر نہیں آتا۔ یہاں تو بے ڈکارے اونٹ کے اونٹ بھی ہضم اور بے چارے
غریبوں کو ایک معمولی حلال لقمہ بھی ہضم نہیں کرنے دینا ناپسند کرکے شیخ صاحب یہ
سب بناوٹی جھوٹ بہیوں کی باتیں ہیں۔ اگر کچھ غیرت کا مادہ ہے تو چلئے اس کی
سند لائیے اور اپنی بہادری بتائیے۔ اب آپ کے نمبر (۲۱) کو ملاحظہ ہو اس
میں حضرت عمرؓ سے موطا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عجلان مدلس
اور سئ الحفظ راوی عن کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ شیخ جی آپ اپنے رسالہ کے
صفحہ ۶ کو پھر غور سے دیکھ لیں اور حضرت عمرؓ عن مروی الاجازۃ فی روایۃ
الطحاوی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو جواز کے قائل ہیں اسی طرح مولانا عبدالحی
نے امام الکلام کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے ہم آپ کو حضرت عمرؓ کا مسلک طحاوی
وغیرہ سے صحیح سند سے بیان کر چکے ہیں۔ اس کا ان سندوں سے مقابلہ بھی کر کے
دیکھو اور پھر خدا لگتی ایمانداری سے دوکانداری چھوڑ کر کہیں اب آپ نمبر (۲۲)
کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں اپنے حضرت زید بن ثابت کا قول نقل کیا ہے مسلم کے
ساتھ شیخ جی اس میں تو صاف ہے "امام کے ساتھ قرأت نہیں"۔ ہم کب کہتے ہیں کہ امام
کے ساتھ ساتھ ہی کرنا چاہئے۔ یہ تو آپ انھیں کہئے جو اس کو کہے اور حضرت زید بن
ثابت تو امام کے پیچھے قرأت کے قائلین میں سے ہیں۔ جس کا ہم آپ کو پہلے پتہ بتا چکے ہیں

اور سنیں بقول سوسنار کی ایک لوہار کی حنفیہ کے مایہ ناز ابن الہمام شارح ہدایہ کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں۔ قول الصحابۃ وفعلہ حجۃ مالم یسبقہ السنۃ صحابہ کرام کے اقوال وافعال حجت اس وقت ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس بارے میں موجود نہ ہو اور یہاں صریح ارشاد نبوی حسب اقرار احناف موجود ہے۔ پھر اس قسم کے بے تکے اقوالوں کو پیش کرنا ووبتے کو تنکیں کا سہارا یا بے حیائی کا ثمرہ اور بس آپ کے نمبروں کا معاملہ بھی بحمد اللہ پورا ہو چکا۔ اب آپ کے چند چیتھاروں کیطرف عنان قلم کو متوجہ کرتا ہوں سنئے آپ صفحہ ۳۵ میں لکھتے ہیں "تمام صحابہ کی تعداد سینکڑوں ہے جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے"۔ شیخ جی یہ تو ہی آپ کی پانی پر اور کوڑے کچرے کی بنیاد اور بوسیدگی ہے۔ صالہا من قرار آپ سینکڑوں کو چھوڑ پانچ دس ہی سے سورہ فاتحہ کا بالخصوص نہ پڑھنا ہی ثابت کر دیتے پھر سوال اٹھاتے بے ثبوت لاتیں مارنا آپ نے کس سے سیکھا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۳۶ میں آپ کا لکھنا تو ایسی اہم چیز پر جس میں سینکڑوں صحابہ مبتلا ہوں، اب پہلے دو چار ہی سے ثابت کر دیتے کہ فلاں فلاں نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو منع کیا ہے پھر آپ کہتے تو اچھا معلوم ہوتا آپ صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں اگر فاتحہ فرض یا واجب ہوتی تو معاذ اللہ باری تعالیٰ خاموش نہ رہتا؛ شیخ جی اس میں اول تو سورہ فاتحہ کا نام مخص اللہ میاں کہاں چپ ہے اللہ میاں تو فرماتے ہیں فاقرؤا ما تیسر من القرآن قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو جیسا مت دھو یہ آیت تو مدنی ہے۔ بالاتفاق اور پھر صحیح سندوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص کر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد موجود ہے۔ کسی ایک حدیث میں یہ نہیں

آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت پڑھو دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی تعلیق
الممجد کے صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں۔ لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن
قراءۃ الفاتحہ خلف الامام وکل ما ذکروہ مرفوعًا اما لا اصل لہ و
اما لا یصح۔ کسی حدیث مرفوع میں یہ نہیں آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ
مت پڑھو جو کچھ بھی ان لوگوں نے مرفوع بیان کیا ہے یا تو وہ بے اصل ہے
یا صحیح ہی نہیں۔ مولانا موصوف۔ غیث الغمام کے صفحہ ۱۵۶ میں فرماتے ہیں۔ لم یرد
فی روایۃ قط لا تقرؤا الفاتحہ خلف الامام ونحوہ او نھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن قراءۃ الفاتحہ خلف الامام۔ کسی روایت میں
کبھی یہ نہیں آیا کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت پڑھو یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسی صفحہ
میں لیس فیھا حدیث یدل صراحۃ علی النھی عن قراءۃ الفاتحہ خلف
الامام کما ان فی الجانب المقابل یوجد حدیث دال علی قراءۃ المقتدی
الفاتحہ خلف الامام کحدیث لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب۔

ہمارے مذہبی علماء کی دلیلوں میں کوئی ایسی حدیث ان کے پاس نہیں ہے
جو مقتدی کے سورہ فاتحہ کے منع کرنے پر دلالت کرے جیساکہ ہمارے مخالف
پارٹی کے پاس صریح دلیل مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کی ہے جیسے حدیث
مت کرو تم مگر سورہ فاتحہ بیشک جی بہر صورت حدیث قرآن کی اصل تفسیر
اور وضاحت ہے۔ آپ غلطی میں ہیں کہ پارٹی فلانے کیوں خاموش ہے۔ سورج
کا کیا قصور ہے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم آپ صفحہ ۳۶ میں پڑھئے تپاک

سے لکھتے ہیں: اہل حدیثو۔ تم اپنے اور احناف کے ثبوت اور دلائل کا موازنہ کرو مگر انصاف پیش نظر ہے۔ یہی کام اب آپ کریں۔ اور ایمانداری سے کریں۔ آپ کو حقیقت طریقہ اہل حدیث کی آفتاب کی طرح روشن نظر آ ئے گی۔ آپ صفحہ ۳۷ میں فردوہ الی اللہ والرسول فرماتے ہیں بالکل صحیح ہے۔ خدا اور نبی کے حکم صاف اور صریح کیطرف ہی پھرنا چاہئے۔ مگر شیخ جی آپ تو صریح فرمان نبوی کی طرف نہیں پھرتے۔ بلکہ اقوال کی طرف وہ بھی صریح اور صحیح نہیں۔ ایمان سے کہئے۔ مثل ہے چھلنی لوٹے کا عیب نکالتی ہے۔ کیا آپ کو خدا کا فیصلہ منظور نہیں۔ فاقرءوا ما تیسر من القرات نماز میں قرآن برابر پڑھو۔ اور حدیثوں نے اس کی تشریح۔ تفصیل۔ توضیح فرمادی کسی کے کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ؎

ہوتے ہوئے قول رسول۔ آگے آپ کہئے اپنی مشارق الانوار اردو کو دیکھ لیں۔ خداوند کریم صراط مستقیم پر قائم دائم رکھے۔ ہمارا تو مرنا اور جینا بھی اسی وحدہٗ لاشریک کے لئے ہی ہے۔ کسی کا ہو لے کوئی۔ ہم تو اسی اکیلے وحدہٗ لاشریک کے ہوکر رہیں گے۔ ہمارا غیض وغضب، دوستی و آشتی محض اسی کی ذات پاک کے لئے ہے۔ ہمیں کوئی تبرا کہے یا بھلا کہے کسی سے سروکار نہیں۔ ہمارا مدافعت عن اللہ وعن الرسول عین ایمان ہے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناجائز حملے کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے بفضلہ وکرمہ ومنہ تعالیٰ ہر حال قرآن میں موجود ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ فانا الراجی رحمتہ ربہ ابو سعید الکبیر

محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہ

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وسلم اجمعین

الیٰ یوم الدین